w.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By

اڑیوں میں موت

اشتیاق احمد

w.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By

محمود، فاروق، فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید کے کارنامے ۴

پہاڑیوں میں موت

اشتیاق احمد

مکتبہ اقرأ
۱۴۔ بی، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

الجدہ پرنٹرز اردو بازار لاہور

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل : مئی ۱۹۷۹
تعداد : دو ہزار

قیمت ـــــ چار روپے

ناشر
مکتبہ اقراء
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

دو باتیں

"پہاڑیوں میں موت" ایسا ناول نہیں جسے آپ پڑھنے کے بعد بھول جائیں۔ ہر قدم پر نیا ہنگامہ .... نیا واقعہ اور نیا حادثہ اس ناول کی خصوصیت ہے .... ہر صفحے پر آپ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جائیں گی اور مجھ پر تاؤ آتا جائے گا....

لیکن کیا کیا جائے ـــ مجبوری ہے ـ مجبوری ـــ کیسی ـــ یہ آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہو گا۔

اس کے بعد آپ کی خدمت میں "موت کی سرنگ" پیش کروں گا۔

اشتیاق احمد

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

ترتیب

میٹنگ
اجنبی کی آمد
گھر میں لاش
ٹیم کے نام
ٹیکسی میں
رم جھم ہوٹل
جھڑپ ہو گئی
پروفیسر داؤد اور خان رحمان آ گئے
کھنڈر کا کمرہ
رہٹ والا

میٹنگ

رم جھم ہوٹل کی تیسری منزل کے دسویں کمرے میں اس وقت نو آدمی موجود تھے۔

ان کے چہروں پر بے چینی کا راج تھا۔ ذہن پریشان تھے وہ بار بار کمرے کے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دروازہ ادھ کھلا تھا۔

"آخر ہمیں یہاں کیوں بلایا گیا ہے، اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شاید کوئی بہت اہم مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں یہاں جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔" دوسرا بولا۔

"اتنا بھی کیا اہم... کہ سب کو ہی بلا لیا اور اگر ایسے میں پولیس چھاپہ مار دے.... تو کیا ہم سب گرفتار نہیں کر لیے جائیں گے۔ آخر ہم سب جیلوں سے بھاگے ہوئے ہیں۔" ایک اور بولا۔

"یہ بھی ایک حیرت انگیز اتفاق ہے۔ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو جیل سے بھاگا ہوا نہ ہو، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ صرف ان لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرتا ہے جو جیل سے بھاگے ہوئے ہوں۔ تاکہ ہم

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

بھاگ کر کہیں بھی نہ جا سکیں۔ بس اس کا کام کرتے جائیں۔" ایک اور بولا۔

"کچھ بھی ہو۔ پیسے اچھے دیتا ہے۔"

"کام بھی تو کچھ کم خطرناک نہیں ہوتے۔ پکڑے جانے کی صورت میں سات سال سے تو کیا کم اندر ہوں گے۔"

"اس کا یہ دعویٰ بھی تو ہے کہ وہ ہمیں گرفتار نہیں ہونے دے گا اور اگر گرفتار ہو بھی گئے تو فوراً چھڑا لے گا۔"

"اگر ہم سب ایک ساتھ گرفتار ہو جائیں تو وہ کیا کرے گا۔ قانون اس کے باپ کا تو نہیں ہے۔" ایک اور نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ آج اسے ضرور اہم کام ہے۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔"

اسی وقت دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ انہوں نے دیکھا ایک لمبا چوڑا آدمی اندر داخل ہو رہا ہے اس کا چہرہ لمبوترا تھا۔ ناک بھی لمبا تھا ماتھے پر زخم کا نشان تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ اس کے بیٹھنے کے بعد ہی اپنی کرسیوں پر بیٹھے۔

"میں جانتا ہوں۔ تم سب ضرور حیران ہو گے کہ یہاں کیوں بلائے گئے ہو۔ میں نے اپنی مرضی سے تمہیں بلایا ہے۔ مجھے اوپر سے حکم ملا تھا۔ بات بہت اہم ہے اور اگر ہم اسے پورا نہ کر سکے تو ہمیں اس کی بہت کڑی سزا ملے گی۔"

"آخر ایسی کونسی بات ہے استاد؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنو نمبر ایک۔۔۔ تم ان سب کے لیڈر ہو۔ انہیں تین تین کی تین پارٹیوں میں تقسیم کر دو۔ ان میں ایک میں تم خود بھی شامل ہو گے اور تمہارے کام کی نگرانی میں خود کروں گا۔"

"لیکن استاد۔ بات بھی تو پتا چلے۔"

"میں اب اسی طرف آ رہا ہوں۔ سردار صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ خان گڑھ کی پہاڑیوں میں اپنے منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔ تمام کارکن وہاں پہنچ رہے ہیں۔۔۔ کارکن لفظ سے تم جانتے ہی ہو، ہماری مراد کیا ہے۔ ہمارے تمام ساتھی کارکن کہلاتے ہیں اور یہ سب جیلوں سے بھاگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہمارا آپس میں پہچاننے کا نیا نشان کالا گلاب مقرر کیا گیا ہے۔ یہ نشان دس دن تک استعمال کیا جاتا رہے گا۔ جس کے کار میں بھی کالا گلاب لگا دیکھو، سمجھ لو کہ اپنا آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے، راستے میں تمہاری مدد کے لئے کچھ اور لوگ شامل ہو جائیں۔" یہ کہہ کر استاد سانس لینے کے لئے رکا۔ نمبر ایک نے فوراً کہا۔

"یہاں تک تو ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ آگے چلئے۔ ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ہمیں کرنا کیا ہے۔"

"ابھی بتاتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ سردار صاحب کا پروگرام کیا ہے۔ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ خان گڑھ کے سرکاری افسر ضرور ہوشیار ہو گئے ہیں، وہ دارالحکومت کے افسران کو فون پر فون کریں گے۔ اس صورت میں یہاں سے ضرور کچھ خاص آدمیوں کو بھیجا جائے گا۔ سردار صاحب کا حکم ہے۔ کسی کو بھی خان گڑھ بھیجا جائے۔۔۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

پروانہ کریں.... اسے روکنے کی کوشش نہ کریں... لیکن صرف ایک آدمی خان گڑھ نہ پہنچنے پائے۔"

"اور وہ کون ہے۔" نمبر ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"سنو۔ یہاں سے خان گڑھ صرف بائیس میل دور ہے۔ راستہ پہاڑی ہے۔ ریل کی لائن ابھی تک نہیں بچھی.... اس لئے ظاہر ہے کہ جو شخص بھی خان گڑھ بھیجا جائے گا، وہ اپنی کار یا جیپ کے ذریعے جائے گا... بڑے بڑے افسر عام بسوں میں تو سفر نہیں کرتے نا۔"

"ٹھیک ہے۔" نمبر ایک بولا۔

"اس لئے تمہارا کام اتنا مشکل ثابت نہیں ہوگا۔ تم اُسے آسانی سے روک سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"آخر وہ ہے کون۔ آپ اس کا نام کیوں نہیں بتاتے۔ ہم تو ہیں۔ کیا اس ایک آدمی کو خان گڑھ جاتے سے نہیں روک سکیں گے۔"

"کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم اسے ضرور روک سکو گے۔ بس ذرا ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ سردار صاحب کو یہ بھی یقین ہے کہ اسے بھیجا ضرور جائے گا۔ ہو سکتا.... کل ہی وہ روانہ ہو جائے.... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو چار دن ٹھہر کر روانہ ہو۔"

"وہ جب بھی گھر سے نکل کر خان گڑھ کی سڑک کی طرف جائے گا، ہم اسے دبوچ لیں گے۔ آپ فکر نہ کریں اور صرف اس کا نام اور پتا بتا دیں۔ پتا اس لئے کہ ہم آج سے ہی اس کے مکان کی نگرانی شروع کر دیں گے تاکہ حالات سے پوری

طرح باخبر رہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ یہ بات تو ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس معاشرے میں ہمارا کوئی مقام نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے اپنے چہرے چھپائے ہوئے ہیں... تاکہ پولیس کی نظروں سے محفوظ رہیں۔ ہم سب جیلوں سے بھاگے ہوئے ہیں۔ اس لئے سردار ہی ہمارے لئے واحد سہارا ہیں۔ انہوں نے ہی ایک طرح سے ہمیں پناہ دے رکھی ہے۔ ہر ماہ ہمیں لمبی لمبی تنخواہیں ملتی ہیں۔ پھر کیوں نہ ہم ان کے احکام کی تعمیل جان توڑ کر کریں۔"

"آپ فکر نہ کریں استاد۔ اگر ہم میں سے کسی کی جان بھی جاتی ہے تو ہم پرواہ نہیں کریں گے، کیونکہ جان تو بچڑے جانے کی صورت میں بھی جائے گی۔"

"بالکل ٹھیک۔ تو اب اس آدمی کا نام اور پتا سن لو۔ وہ گرین روڈ کی گلی نمبر تین کے ساتویں فلیٹ میں رہتا ہے۔ میرا خیال ہے، اب تو تم سمجھ گئے ہو گے کہ میرا اشارہ کس کی طرف ہے۔"

استاد نے ایک نظر اپنے ساتھیوں کی طرف ڈالی

"مجھے افسوس ہے استاد۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھا۔"

"حیرت ہے۔ تم انسپکٹر جمشید کی رہائش گاہ سے واقف نہیں ہو۔"

"کیا!!!"

ان کے منہ سے نکلا۔ وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

محمود اور فاروق ابھی ابھی سیر کر کے واپس آئے تھے اور اب ناشتے کی میز پر بیٹھے فرزانہ سے باتیں کر رہے تھے۔ بیگم جمشید باورچی خانے میں چائے تیار کر رہی تھیں۔ ابھی انسپکٹر جمشید دفتر سے نہیں لوٹے تھے، یوں ان کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔

"بہت دن ہو گئے... کوئی کیس ہاتھ نہیں لگا" فرزانہ کہہ رہی تھی۔

"تم تو اس طرح کہہ رہی ہو جیسے کیس بھی کوئی قیمتی خزانہ ہے جو ہاتھ نہیں لگا" محمود نے کہا۔

"میرے نزدیک ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کیس کسی خزانے سے کم نہیں" فرزانہ بولی۔

"لیکن یہ ایسا خزانہ ہے جس سے ہم اپنی جیبیں نہیں بھر سکتے۔ بنک میں اکاؤنٹ نہیں کھلوا سکتے" فاروق نے لمبا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"تم تو ہو لالچی۔ آخر جیبیں بھرنے اور بنک میں روپیہ جمع کرانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بھی دولت آتی تھی، وہ اس کا ڈھیر مسجد نبوی میں لگوا دیتے تھے اور اعلان کرا دیتے تھے کہ ضرورت مند آؤ اور اپنا حصہ لے جاؤ۔ جب تک وہ سارا ڈھیر ختم نہ کر لیتے، گھر نہیں جاتے تھے.... اپنے لئے گھر میں کچھ بھی نہیں رکھتے تھے" فرزانہ نے اچھی بھلی تقریر کر ڈالی۔

"بہت خوب۔ تم نے واقعی بڑی اچھی بات کہی فرزانہ۔ میں بھی اس حقیقت سے باخبر ہوں، مگر تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا۔ میں نہ لالچی ہوں

اور نہ دولت جمع کرنے کا شائق۔ تم نے کیس کو ایک خزانہ کہا تو جواب میں میں نے یہ کہہ دیا کہ کیس ایسا خزانہ نہیں جس سے جیبیں بھری جا سکیں یا اکاؤنٹ کھلوایا جا سکے۔ اس سے میرا لالچی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔"

"فاروق ٹھیک کہتا ہے فرزانہ۔ یہ لالچی ہرگز نہیں ہے۔" محمود نے اس کی حمایت کی۔

"اچھا۔ تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ورنہ تم مجھے لالچی ہی سمجھتیں۔" فاروق نے تیز ہو کر کہا۔

"ارے نہیں۔ بھلا میری ایسی جرأت کہاں۔"

"تو پھر... تمہاری جرأت کیسی ہے۔" محمود نے ایک دم کہا۔

"آج کل کچھ سست ہے۔" فرزانہ کہاں خاموش رہنے والی تھی۔

"خدا اسے چست کرے۔" فاروق مسکرایا۔

"چل پڑی زبان۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"زبان کا کام ہی چلنا ہے۔" فاروق بولا۔

"اور بھی بہت سی چیزوں کا کام چلنا ہے۔" محمود نے بڑے بوڑھوں کے انداز میں کہا۔

"ہاں۔ تمہارا دماغ بھی چل سکتا ہے۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اور میرا ذہن بھی چلتا رہتا ہے۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"چلنے کو تو میرا ہاتھ بھی چل سکتا ہے۔" محمود نے کہا۔ اور وہ فاروق کے منہ پر لگ سکتا ہے۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"فاروق کا منہ تمہارے ہاتھوں کے لئے نہیں بنا۔ اتنا ہی شوق ہے تو اپنے ہاتھوں کو ملک کے دشمنوں پہ چلاؤ۔"

"ان پہ تو چلاتے ہی رہتے ہیں۔" فاروق نے تلملا کر کہا۔

"یہ آج تم کیا چلا رہے ہو۔" باورچی خانے سے بیگم جمشید کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی اور ان کو ہنسی آگئی۔ محمود نے بلند آواز میں کہا۔

"کچھ بھی نہیں امی جان۔ بس ذرا زبان چلا رہے ہیں۔"

"اب اتنی بھی زبان نہ چلاؤ کہ بولنے کے قابل ہی نہ رہ جاؤ۔" بیگم جمشید نے ہنس کر کہا۔

"بہت اچھا امی جان! اب ہم کچھ اور چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی زور دار انداز میں بجی۔ انداز انسپکٹر جمشید کا نہیں تھا۔ وہ تو بہت نرمی سے گھنٹی بجاتے ہیں۔

اجنبی کی آمد

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر محمود دبے لہجے میں بولا۔

"یہ کون آگیا۔"

"گھنٹی بجانے کا انداز ایسا ہے جیسے کسی بوکھلائے ہوئے آدمی نے بجائی ہو... اور ہمارا کوئی ملنے والا اس انداز سے گھنٹی نہیں بجاتا۔"

"تو پھر... اگر یہ کوئی دشمن ہوا تو۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"کچھ بھی ہو۔ دروازہ تو ہمیں کھولنا ہی پڑے گا۔" فرزانہ بولی۔

"اچھا۔ میں دیکھتا ہوں۔" محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ذرا سوچ سمجھ کر دیکھنا۔" فاروق مسکرایا۔

"تم دونوں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھے رہو۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر.... پیر پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں... کچھ کرنے کے لئے تیار رہو۔ ہو سکتا ہے، ہم پر حملہ ہونے والا ہو۔"

"بہت اچھا! آؤ فرزانہ ہم پوزیشن لے لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

دونوں اٹھے اور ہاکیاں ہاتھوں میں لے کر بیرونی دروازے کے ساتھ

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے... فاروق دائیں طرف اور فرزانہ بائیں طرف تھی۔

محمود نے محتاط انداز میں دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت گھنٹی پھر بجی اور اس مرتبہ بجتی ہی چلی گئی۔ محمود نے گھبرا کر جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

دروازے میں ایک اجنبی نوجوان کھڑا تھا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں، رنگ ہلدی کی مانند زرد نظر آ رہا تھا، پھر وہ کھلے دروازے میں دھڑام سے گر پڑا۔ اس طرح کہ اس کا دھڑ اندر کی طرف تھا اور ٹانگیں دروازے سے باہر تھیں۔

"ارے ارے بھائی۔ یہ کیا کر رہے ہو۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

فاروق اور فرزانہ بھی اپنی پوزیشن چھوڑ کر اس پر جھک پڑے۔ محمود نے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھا، دل کے دھڑکنے کی رفتار بہت سست تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ چند گھڑیوں کا مہمان ہو۔ ان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"امی جان۔ جلدی آیئے۔" فرزانہ کے حلق سے بمشکل نکلا۔

"کیا ہوا میری بچی۔" بیگم جمشید وہیں سے چلائیں اور پھر دوڑتی ہوئی آئیں۔

ایک بے ہوش آدمی کو دروازے میں پڑے دیکھ کر ان کے ہاتھوں کے بھی طوطے اڑ گئے۔ آخر چاروں نے مل کر اسے اٹھایا اور ایک چارپائی پر ڈال دیا۔

"فوراً ڈاکٹر کو فون کرو۔ اس کے بعد اپنے ابا جان کو فون کر کے اطلاع دو۔ میں اس کے منہ میں پانی ٹپکاتی ہوں۔"

محمود جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اجنبی نے آنکھیں کھول دیں اور مردہ آواز

میں بولا۔

"میں کہاں ہوں۔"

"آپ محفوظ جگہ تک پہنچ چکے ہیں۔ فکر نہ کریں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن میں مرنے کے قریب ہوں۔ مجھے زہر دیا گیا ہے.... جونہی مجھے پتہ چلا کہ مجھے زہر دیا گیا ہے، میں بھاگ کھڑا ہوا۔ شاید زہر فوری اثر کرنے والا نہیں تھا.... آپ میرا ایک کام کر دیں۔ خدا کے لئے جلدی سے انسپکٹر جمشید نامی ایک آدمی کو بلا لائیں۔ وہ اسی محلے میں کہیں رہتے ہیں۔ مجھ میں سکت نہیں رہی تھی.... اس لئے میں نے آپ کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔" وہ کہتا چلا گیا۔

وہ سکتے میں آ گئے۔ یہ شخص تو انہی کا گھر ڈھونڈ رہا تھا، لیکن ہمت جواب دے گئی۔ اب یہ اور بات ہے کہ اس کی ہمت پس آ کر جواب دے گئی تھی۔

"خوش قسمتی سے آپ انہی کے گھر میں ہیں۔" بیگم جمشید کے منہ سے نکلا۔

"کیا!!"

اس کے منہ سے نکلا۔ آنکھیں کچھ اور پھیل گئیں۔ پھر ان آنکھوں میں حیرت کی بجائے ایک مسکراہٹ کھیلنے لگی جیسے اسے اطمینان ہو گیا ہو۔

"تو... تو پھر وہ کہاں ہیں۔"

"ابھی دفتر سے نہیں لوٹے۔" محمود نے بتایا۔

"اوہ۔ خدا کے لئے انہیں فون کر دیں۔"

"آپ ان سے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، ہم سے کہہ دیں۔" محمود نے کہا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔ شاید ان کے آنے میں دیر لگ جائے۔ تو سنیے ... ان سے کہہ دیں۔ کہ ملک ایک بہت بڑے خطرے کی لپیٹ میں ہے۔ ملک کو بچانے کے لئے فوراً... خان..."

اس نے ایک ہچکی لی اور گردن ڈھلک گئی۔ وہ پتھر کے بتوں کی مانند کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

★

آئی جی صاحب کے کمرے میں محکمہ سراغرسانی کے تمام افسروں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ ان سب کے چہروں پر پریشانی کے آثار تھے۔ دفتر کا وقت ختم ہونے سے پہلے آئی جی صاحب نے سب کو تحریری سرکلر بھیجا تھا کہ دفتر کا وقت ختم ہونے کے بعد ایک ضروری میٹنگ ہو گی۔ اس میں سب کا شرکت کرنا ضروری ہے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کیا معاملہ ہے، لیکن یہ احساس سب کو ہو گیا تھا کہ کوئی بہت ہی اہم معاملہ ہے۔

سب لوگ کمرے میں آ گئے تو آئی جی صاحب نے فکرمند لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ان کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"ایک بہت ہی اہم اور فکر میں مبتلا کر دینے والا معاملہ آپ کو یہاں بلانے کا سبب بنا ہے۔ ہمارے شہر سے صرف بائیس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ جو خان گڑھ کہلاتا ہے۔ خان گڑھ آج کل عجیب و غریب سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وہاں کے حکام حیران ہیں۔ معاملہ ان کی سمجھ سے باہر ہے۔"

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"وہ سرگرمیاں کیا ہیں؟"

"پہاڑیوں کے درمیان کچھ لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھا گیا۔ ان پہاڑیوں ہماری فوج کے جوان دن رات پہرہ دیتے ہیں، کیونکہ پہاڑیوں کے دوسری طرف دشمن ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے، اگرچہ دشمن کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ان پہاڑیوں پر چڑھ کر ہم پر حملہ کر سکے۔ پھر بھی احتیاطاً فوج کا پہرہ رہتا ہے۔ ہمارے فوجی جوانوں نے جب ان لوگوں کو پہاڑیوں کے درمیان دیکھا تو انہوں نے کوئی خیال نہ کیا، وہ ہمارے ہم وطن تھے... اور لوگ عام طور پر ان پہاڑیوں پر گھومنے کے لئے جاتے رہتے ہیں، سیر و سیاحت کے شوقین لوگ بھی دوسرے شہروں سے وہاں جاتے ہیں۔ فوجی جوانوں کا کام تو صرف اتنا ہے کہ دشمن کی نقل و حمل پر نظر رکھیں۔ اپنے ہم وطنوں کو گھومنے پھرنے سے روکنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں... لیکن ان آدمیوں میں ایک فوجی جوان کو ایک عجیب بات نظر آئی۔ جس نے اسے حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے کسی سے کچھ نہ کہا اور انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ گھومتے پھرتے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔" ایک بار پھر آئی جی صاحب رک گئے۔

"وہ عجیب بات کیا تھی؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میں اب اسی طرف آ رہا ہوں۔ دوسرے دن اسے پھر اسی قسم کے جوان نظر آئے۔ اور وہ ان کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گیا

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

اس نے اپنے ساتھی سے بھی اس کا ذکر کیا۔ اب تو دونوں چوکس ہو گئے
اس جگہ یہی دو فوجی پہرے پر تھے... ان سے دو فرلانگ کے فاصلے پر دو اور
فوجیوں کا پہرہ تھا۔ پہلے فوجی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم اسی جگہ ٹھہرو، میں
ان کا پیچھا کر کے دیکھتا ہوں کہ یہ کہاں جاتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی کو وہیں
چھوڑ کر ان کے تعاقب میں چلا گیا۔

بہت دیر گزرنے پر بھی جب وہ واپس نہ آیا تو اس کا ساتھی بہت پریشان
ہوا۔ اس نے دو تین اور ساتھیوں کو بلا لیا اور وہ اس کی تلاش میں نکلے
کوئی تین فرلانگ دور جا کر انہیں اس فوجی کی لاش ملی۔

"کیا!!" ان سب کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"ہاں! اور حیرت کی بات یہ کہ اس کے جسم پر کوئی زخم کا نشان تک نہ تھا
نہ اس کا گلا گھونٹا گیا تھا۔"

"تو پھر وہ کیسے مرا؟" ڈی آئی جی صاحب کے منہ سے نکلا۔

"دونوں نے.... اچھی طرح دیکھا مگر انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس طرح
مرا۔ آخر فوجی ہسپتال کو فون کیا گیا۔ ایمبولینس آئی اور اسے لے گئی۔ پوسٹ
کیا گیا تو یہ رپورٹ موصول ہوئی کہ اس کا ہارٹ فیل ہو گیا تھا۔"

"کیا!!" وہ حیران رہ گئے۔

"ہاں، حالانکہ وہ بہت ہٹا کٹا اور تندرست تھا اور ہارٹ فیل ہونے کا
کوئی امکان نہ تھا۔ اس دن کے بعد وہاں ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا گیا
بس وہ عجیب بات تھی۔"

"اور وہ عجیب بات کیا تھی؟" ایک آفیسر نے کہا۔

"ان سب کے کوٹ کے کالروں میں ایک ایک کالا سانپ لگا ہوا
تھا۔" آئی جی صاحب نے بتایا۔

"کالا سانپ کیا مطلب؟"

"مصنوعی سانپ اور رنگ اُن کا سیاہ تھا۔"

"اوہ۔" ان میں سے کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

"خان گڑھ کے فوجی حکام اس دن سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور پہاڑیوں
پر پہرے داروں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ کر دیا گیا ہے... لیکن حکام ابھی
تک اس چکر میں ہیں کہ فوجی کس طرح مرا تھا۔ اور وہ لوگ کون تھے جنہوں نے
کالے سانپ لگا رکھے تھے۔"

"بہت خوب۔ ہم یہاں تک ساری بات سمجھ گئے۔ آگے فرمایئے ہمیں یہاں
بلانے کا مقصد کیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے، وہ لوگ جرائم پیشہ ہوں اور فوجی کو دیکھ کر گھبرا گئے ہوں۔
انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہو اور خود فرار ہو گئے ہوں۔ اگر
بات صرف اتنی سی ہے تو فکر والی کوئی بات نہیں ہے... اور اگر کوئی اور
بات ہے تو ہمیں معلوم کرنا ہو گا کہ وہ کیا بات ہے۔ کیونکہ معاملہ ایک
سرحدی علاقے کا ہے۔"

"لیکن یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس فوجی جوان کو موت کے گھاٹ اتارا
گیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قدرتی موت مرا ہو۔" ایک انسپکٹر

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

نے کہا۔

"ہاں، یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چھان بین کر لی جائے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خان گڑھ کے حکام نے ہمیں سارے حالات لکھ بھیجے ہیں، اب میں نے آپ سب کو اس لئے بلایا ہے کہ مجھے مشورہ دیں، اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔"

"میرے خیال میں تو ایک معائنہ ٹیم بھیج دینی چاہیے۔" ڈی آئی جی صاحب نے تجویز پیش کی۔

"اچھی تجویز ہے۔ کیا کوئی اور صاحب کوئی اور تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے سب پر ایک نظر ڈالی۔

سب خاموش رہے۔ آخر آئی جی صاحب ہی بولے

"اس کا مطلب ہے معائنہ ٹیم والی تجویز سب کو پسند ہے۔"

"جی ہاں!" کئی آوازیں ابھریں۔

"بہت خوب! میں اس ٹیم کا انچارج انسپکٹر جمشید کو مقرر کرتا ہوں۔ انہیں اختیار ہے.... وہ جسے چاہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"

"اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو بہتر ہے.... لیکن... میں تنہا جانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ نہ جانے وہاں حالات کیا پیش آئیں۔ آپ پوری ایک ٹیم ترتیب دیں۔"

"بہت اچھا۔ میں اپنی ٹیم کے آدمیوں کے نام کل آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔" آئی جی بولے۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔ پھر انہوں نے دروازے کی طرف ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دروازہ ایک جھٹکے سے کھول دیا۔

وہ سب انسپکٹر جمشید کو اس طرح چھلانگ لگاتے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن جب ان کی نظریں دروازے پر پڑیں تو وہ سب سکتے میں آ گئے۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

گھر میں لاش

ادھیڑ عمر کا آدمی گرتے گرتے بچا تھا... وہ دروازے سے لگا اندر ہونے والی گفتگو سنتا رہا تھا۔ اچانک نہ جانے کس طرح انسپکٹر جمشید کو اس کا احساس ہو گیا کہ کوئی باہر کھڑا باتیں سن رہا ہے۔

"کون ہو تم۔" انسپکٹر جمشید نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"جج... جی... میں چپراسی کرم دین۔"

"کرم دین چپراسی۔ اکاؤنٹ برانچ کے۔"

"جج جی ہاں۔"

"تم یہاں کھڑے کیا کر رہے تھے۔"

"میں اتفاقاً ادھر سے گزر رہا تھا کہ اندر سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ بے خیالی میں میں دروازے تک آ گیا۔"

"بہت خوب۔ بہانہ تو خوب تراشا ہے تم نے۔ مگر تم اب بچ نہیں سکتے۔ صاف صاف بتاؤ... تم کس کے کہنے پر اندر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے؟" انہوں نے پوچھا۔

اب دوسرے آفیسر بھی اٹھ کر وہاں آ گئے تھے اور حیرت بھری نظروں سے کرم دین اور انسپکٹر جمشید کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ انسپکٹر جمشید کو کس طرح معلوم ہو گیا تھا کہ کوئی دروازے سے لگا باتیں سن رہا ہے۔

"مم۔ میں سچ کہتا ہوں۔ بات صرف اتنی ہی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنے آپ کو زیر حراست سمجھو۔ آپ میں سے کوئی کانسٹیبل کو تو بلا لائے۔" انہوں نے کہا۔

ایک سب انسپکٹر نے قدم اٹھایا ہی تھا کہ چونک کر رک گیا۔ اسی وقت کرم دین کی کرخت آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی:

"خبردار کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔"

انہوں نے دیکھا۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھا۔ جو اس نے بجلی کی سی تیزی سے نکالا تھا۔ وہ اس کی جرأت پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"بہت خوب۔ یہ ہوئی نا بات۔ اب تو تم نے خود ہی ثابت کر دیا کہ تم اندر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اور اس سے ایک اور بہت اہم بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"وہ کیا؟" ڈی آئی صاحب کے منہ سے نکلا۔

"یہ کہ خان گڑھ کی پہاڑیوں میں ضرور کوئی خوفناک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ وہ فوجی قدرتی موت نہیں مرا تھا... خان گڑھ میں کھیلا جانے والا کھیل تو دراصل یہاں تک پھیلا ہوا ہے، ورنہ محکمہ سراغ رسانی کا ایک چپراسی اتنی جرأت نہیں

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

کر سکتا۔" وہ کہتے چلے گئے۔

"تم سب اپنے منہ دیوار کی طرف کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ جس نے مڑنے کی کوشش کی، گولی اس کا بھیجہ اڑا دے گی۔" اس نے گرج دار آواز میں کہا۔

اس وقت محکمہ سراغ رسانی میں اُن آفیسروں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ دشمن کہاں تک پہنچا ہوا ہے۔ وہ تو ان سے کہیں زیادہ چالاک تھا۔ اسے پہلے ہی اندازہ تھا کہ محکمہ سراغ رسانی میں کوئی میٹنگ کی جائے گی۔ لہٰذا اس نے میٹنگ میں ہونے والی گفتگو سننے کے لئے پہلے ہی ایک آدمی مقرر کر دیا تھا اور اب وہ آدمی اُن کے سامنے پستول تانے کھڑا تھا۔ آخر انہیں اپنے منہ دیوار کی طرف کرنے پڑے۔ لیکن ہوا یہ کہ انسپکٹر جمشید جونہی مڑتے مڑتے ہی ان کا دایاں پاؤں تیزی سے اوپر اٹھا اور پوری قوت سے پستول والے ہاتھ سے ٹکرایا۔ کرم دین کے منہ سے چیخ اور پستول کی نالی سے نکلنے والی گولی کی آواز سنائی دی۔

دوسرے ہی لمحے انسپکٹر جمشید پستول کو کرکٹ کی گیند کی طرح کیچ کر چکے تھے اور کرم دین ہکا بکا کھڑا تھا۔ اسے باندھ لیا گیا۔ پھر اچانک انسپکٹر جمشید چونکے۔

"اوہ — یہ کرم دین نہیں ہو سکتا۔"

چند لمحوں تک کمرے میں بڑی خاموشی طاری رہی۔

"یہاں اس وقت اکاؤنٹ برانچ کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے، ورنہ اس کا راز پہلے ہی فاش ہو جاتا۔ یہ کرم دین کے بھیس میں کوئی اور ہے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید آگے بڑھے اور اس کی مونچھوں کو چٹکی سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا — مونچھیں اکھڑ کر ان کے ہاتھ میں آ گئیں۔ ٹھوڑی پر لگایا ہوا مصنوعی تل بھی انہوں نے اترتے دیکھا۔

انہوں نے دیکھا... ایک نوجوان آدمی ان کے سامنے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"اوہ!... یہ تو سلطان خان ہے۔" ایک افسر کے منہ سے نکلا۔

"کون سلطان خان؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"یہ ایک جیب کترا ہے — کئی مرتبہ جیل جا چکا ہے... لیکن کچھ عرصہ پہلے یہ جیل سے فرار ہو گیا تھا اور اس روز کے بعد آج اس کی صورت نظر آئی ہے۔"

"اوہ!" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ آئی جی صاحب تیزی سے مڑے۔ ان کے چہرے پر حیرت جھلک آئی تھی۔

"اس وقت کس کا فون آ گیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ ہم یہاں میٹنگ کر رہے ہیں۔" ریسیور اٹھاتے وقت ان کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ دوسری طرف سے کسی کی بات سنتے رہے۔ آخر انہوں نے کہا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"جمشید۔ تمہارا فون ہے۔ محمود بات کرنا چاہتا ہے۔"

"اوہ۔ بہت بہتر!"

انہوں نے کہا اور تیزی سے فون کی طرف بڑھے:

"ہیلو محمود۔ کیا بات ہے۔"

"ابا جان! فوراً گھر آیئے۔"

"کیوں۔ کیا بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہاں ایک لاش موجود ہے۔"

"کیا!!" ان کے منہ سے نکلا۔ ریسیور ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور لٹکنے لگا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر بڑی میز پر رکھا اور بولے۔

"مجھے افسوس ہے۔ میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ میرا گھر پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

"کیا بات ہے جمشید۔ خیر تو ہے۔"

"جی نہیں۔ گھر میں کوئی گڑبڑ ہے۔ محمود نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہاں ایک لاش موجود ہے۔"

"کیا!!" ان سب کے منہ سے نکلا۔

★

"ابا جان دفتر میں ہی موجود تھے۔ وہ آ رہے ہیں۔" محمود نے اندر آتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی ابھی بیگم شیرازی کے ہاں سے فون کر کے آ رہا تھا۔

"یہ اچھا ہوا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ شخص کون ہے، کہاں سے

آیا ہے، اسے کس نے زہر دیا ہے اور ملک کو کیا خطرہ لاحق ہے۔" محمود نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ سوچنے کی بات نہیں، باتیں ہیں۔" فاروق نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"اس وقت ہم اردو گرامر نہیں پڑھ رہے۔ ہمارے گھر میں ایک آدمی کی لاش موجود ہے اور تمہیں مذاق کی سوجھی ہے۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا۔ خیر... تم نے سوچنے کی ان باتوں میں ایک بات کا ذکر نہیں کیا۔" فاروق سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"چلو وہ تم بتا دو۔" محمود مسکرایا۔

"مرتے وقت اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے... ملک کو بچانے کے لئے فوراً خان.... آخر وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔" فاروق نے انہیں یاد دلایا۔

"کاش، وہ خان سے آگے بھی کچھ کہنے میں کامیاب ہو جاتا۔" فرزانہ بولی۔ اس کے لہجے میں حسرت تھی۔

"کاش واش کو درمیان میں نہ لاؤ۔ فاروق کی بات بہت اہم ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہو گا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔" محمود بولا۔

"کہیں وہ ہمیں خان رحمان سے مشورہ کرنے کا مشورہ تو نہیں دے رہا تھا۔" فاروق دور کی کوڑی لایا۔

"دھت تیرے کی۔ تم اور سنجیدہ ہو جاؤ۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

"میری بات میں غیر سنجیدگی ثابت کرو۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"دیکھو۔ آپس میں لڑو مت۔ معاملہ بہت اہم ہے۔" بیگم جمشید نے گھبرا کر انہیں ٹوکا۔

"اوہ۔ آپ ٹھیک کہتی ہیں امی جان۔" فاروق نے شرمسار لہجے میں کہا۔

"سنو... خان سے کسی جگہ یا کسی علاقے کا نام تو شروع نہیں ہوتا... یا پھر کسی بہت بڑی شخصیت کے نام کا پہلا حصہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہوں۔ مگر ہمارے ذہن شاید اس وقت ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اس معاملے پر ابا جان ہی روشنی ڈال سکیں گے۔"

"کیوں۔ کیا ان کے پاس بہت بڑی ٹارچ ہے۔" فاروق کے منہ سے نکل گیا۔ پھر وہ، فوراً ہی بولا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ میں بھی کیا ہوں۔ مجھے معاف کر دیں۔ اب میں اپنی زبان پر قابو رکھوں گا۔"

"بس رکھ چکے تم۔" فرزانہ نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"سچ کہتا ہوں۔ بسوچے سمجھے بغیر جملہ منہ سے نکل گیا تھا۔"

"پہلے کبھی سوچ سمجھ کر بھی جملہ منہ سے نکالا ہے تم نے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اچھا بھائی۔ معاف کر دو۔"

"جانے دو فرزانہ۔" محمود نے بتایا۔

"اچھا۔ جاؤ۔" فرزانہ نے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے کندھے پر بیٹھی مکھی اڑائی ہو۔

"اب تم مذاق کر رہی ہو۔"

"نہیں تو۔ تم غلط سمجھے۔ ہاں تو ہم کیا بات کر رہے تھے۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"ہمیں ابا جان کے آنے سے پہلے ہی کسی نتیجے پر پہنچ جانا چاہیئے۔" محمود نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیسے پہنچیں۔ سوال تو یہ ہے۔"

"اس اجنبی کے الفاظ پر غور کر کے۔" فرزانہ نے کہا۔

اسی وقت گھنٹی بجی۔ اندازہ انسپکٹر جمشید کا تھا۔ فرزانہ دروازے کی طرف دوڑ گئی۔ انسپکٹر جمشید نے اندر آتے ہی سب سے پہلے لاش کا معائنہ کیا۔ ان کے ساتھ سب انسپکٹر اکرام بھی آیا تھا۔ وہ کانسٹیبل بھی تھے۔

"یہ مر چکا ہے۔ لیکن جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے۔" انہوں نے کہا۔

"تب پھر یہ کس طرح مرا؟" اکرام کے منہ سے نکلا۔

"اس نے بتایا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

انہوں نے جلدی جلدی اس اجنبی کے گھر کے اندر آنے کے بارے میں بتایا۔ پھر وہ باتیں بھی بتائیں جو اس نے کہی تھیں اور یہ کہ وہ انہی کا گھر تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

"اور مرنے سے پہلے اس نے یہ بھی کہا تھا... ملک کو بچانے کے لیے فوراً خان۔" فاروق نے بتایا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"کیا مطلب!" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ ایک ہچکی لی اور مر گیا۔" محمود بولا۔

"ملک کو بچانے کے لئے فوراً خان.... خان...." انسپکٹر جمشید نے جملہ دہرایا اور سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر وہ بڑی زور سے اچھلے۔

"اوہ! اکرام — اس نے ہمیں پیغام دیا ہے.... ملک کو بچانے کے لئے فوراً خان گڑھ پہنچو۔"

"کیا!" وہ سب چلائے۔

ٹیم کے نام

انسپکٹر جمشید کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ اجنبی کس طرح مرا ہے۔ کیا واقعی اسے زہر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف وہ خان گڑھ جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انہیں صبح اپنی ٹیم کے افراد کے ناموں کی لسٹ بھی آئی جی صاحب کے سامنے پیش کرنا تھی۔

انہوں نے ایک سفید کاغذ لیا اور اس پر چند نام لکھے — پھر محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"کل تمام افسران کی میٹنگ ہوئی تھی۔ آئی جی صاحب نے خان گڑھ کی پہاڑیوں میں گڑبڑ کے بارے میں بتایا تھا۔ دراصل وہاں کچھ ایسے لوگ گھومتے پھرتے نظر آئے تھے جنہوں نے اپنے کاروں پر ایک ایک کالا گلاب لگا رکھا تھا۔"

"کالا گلاب۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں.... مصنوعی گلاب.... ریشم کے دھاگوں کا — ایک فوجی نے ان کا تعاقب کیا.... لیکن واپس نہ لوٹا۔ اسے تلاش کیا گیا تو وہ مردہ ملا۔ لیکن اس

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

کے جسم پر نہ زخم کا کوئی نشان نہ تھا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے پھر نکلا۔

"آئی جی صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ میری سرکردگی میں ایک ٹیم خان گڑھ روانہ کی جائے۔ انہوں نے ٹیم کے لئے آدمی چننے کا اختیار بھی مجھے دیا ہے... میں نے اس کاغذ پر ان کے نام لکھے ہیں جو میرے ساتھ جائیں گے۔ کیا تم اس کاغذ کو دیکھنا پسند کرو گے؟" "ضرور دیکھیں گے.... لیکن آپ کے مسکرانے کا انداز بہت عجیب ہے.... جس کا مطلب ہے کہ کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں۔ بات تو خاص ہی ہے۔"

"پہلے تو یہ بتائیے... کیا ہمارے نام بھی اس لسٹ میں موجود ہیں؟"

"ہاں، موجود ہیں۔"

"پھر تو ہم یہ لسٹ بڑی خوشی سے دیکھیں گے۔" محمود نے کہا اور لسٹ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے کاغذ انہیں دے دیا۔

انہوں نے کاغذ پر لکھے ہوئے نام پڑھے اور حیرت زدہ رہ گئے اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"جاؤ دیکھو۔ یہ ضرور اکرام ہوگا۔" انہوں نے کہا۔

محمود اٹھ کر دروازے پر پہنچا۔ یہاں واقعی اکرام تھا۔ وہ اسے لے کر اندر آیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی ہے جناب۔"

"لاؤ۔ دیکھوں۔"

انہوں نے رپورٹ لے کر دیکھی اور حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ان کے منہ سے نکلا۔

"ہارٹ فیل۔ رپورٹ بتاتی ہے کہ اجنبی کا ہارٹ فیل ہوا ہے.... لیکن اس نے تو کہا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے۔"

وہ تینوں بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ محمود نے کہا۔

"اسے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"ہاں، یوں بھی مرتے وقت کوئی آدمی جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

"تو پھر...." اکرام کے منہ سے نکلا۔

"اوہ!" اچانک انسپکٹر جمشید بڑی زور سے اچھلے۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اُف خدا۔ یہ تو کوئی بہت لمبا چکر معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے نکلا۔

"سنو۔ وہ فوجی... بھی ہارٹ فیل سے مرا ہے.... لیکن اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اسے بھی زہر دیا گیا ہوگا اور یہ ضرور کوئی ایسا زہر ہے جو ہارٹ فیل کی رپورٹ سناتا ہے۔"

"اوہ!" وہ سکتے میں آ گئے۔ کئی منٹ تک ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

دوسرے دن انسپکٹر جمشید ٹیم کے ناموں کی لسٹ لے کر آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈی آئی جی صاحب بھی یہاں موجود تھے۔

"معاملہ بہت سنجیدہ ہو گیا ہے جناب — خان گڑھ میں کوئی بہت ہی خطرناک کھیل کھیلا جا رہا ہے اور اس کا تانا بانا... یہاں تک پھیلا ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ مجرموں کے ایک آدمی نے ہمارے دفتر میں بھی کرم دین چپراسی کی جگہ سنبھالی ہوئی تھی۔ ابھی تک کرم دین کو تلاش نہیں کیا جا سکا۔ میرا خیال یہی ہے کہ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار کر لاش کو کسی جگہ دفن کر دیا گیا ہے — بہرحال تلاش جاری ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ان حالات میں میرا فوراً خان گڑھ پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے — کیا تم نے اپنی ٹیم کے نام تجویز کئے ہیں —" ڈی آئی جی بولے۔

"جی ہاں — میں وہ نام لکھ لایا ہوں — آج ہم تیاری مکمل کر لیں گے اور کل صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں —" آئی جی بولے "لاؤ وہ لسٹ مجھے دے دو — تاکہ میں ان لوگوں کو ہدایات دے دوں —"

"لیجئے —" انسپکٹر جمشید نے کہا اور کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا۔

پھر جونہی آئی جی صاحب نے لسٹ پر نظر ڈالی، وہ حیران رہ گئے۔

"یہ کیا —" ان کے منہ سے نکلا۔

"ٹیم کے نام —" انہوں نے کہا۔

"لیکن... یہ کیسے ہو سکتا ہے —" انہوں نے کہا۔

"کیا بات ہے جناب —" ڈی آئی جی صاحب نے بھی حیران ہو کر پوچھا۔

"لیجئے — آپ بھی یہ لسٹ ملاحظہ فرمائیں، یہ کہہ کر انہوں نے لسٹ انکی طرف بڑھا دی۔

انہوں نے لسٹ لے کر پڑھی۔ اور وہ بھی دنگ رہ گئے۔ لسٹ میں ان کا نام تھا۔ محمود فاروق اور فرزانہ کے نام تھے۔ ان کے علاوہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے نام تھے اور بس — کل یہی نام اس لسٹ میں لکھے تھے۔

"یہ کیا — اس میں محکمے کے لوگ کہاں شامل ہیں... اور پھر خان رحمان اور پروفیسر داؤد سرکاری آدمی کہاں ہیں؟" ڈی آئی جی صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ خان رحمان اور پروفیسر داؤد دونوں سے واقف ہیں بے شک یہ دونوں سرکاری افسر نہیں، لیکن سب جانتے ہیں، وقت پڑنے پر ملک اور قوم کے لئے جان کی بازی بھی لگا سکتے ہیں... اور پروفیسر داؤد نے

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

تو ایک طرح ملک اور قوم کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔"

"یہ سب باتیں تو درست ہیں، لیکن سوال تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے وہاں کیا کام لے سکو گے۔ تم بے شک ان لوگوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔۔۔ لیکن محکمہ کے کچھ لوگوں کو بھی اس ٹیم میں شامل کر لو تو بہتر رہے گا"

"میں تو کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر آپ اسے ضروری خیال کرتے ہیں تو پھر جسے چاہیں اس ٹیم میں شامل کر دیں۔"

"میں تو کہتا ہوں کہ دس بارہ آدمی ساتھ لے جاؤں۔"

"یہ تو بہت زیادہ ہو جائیں گے۔۔۔ اچھا آپ اس طرح کریں اس لسٹ میں صرف ایک نام کا اور اضافہ کر دیں۔ اور وہ نام ہے اکرام کا۔"

"خیر اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو یونہی سہی۔۔۔ لیکن میں تمہارے خان گڑھ پہنچنے کے بعد دس آدمیوں کی ایک ٹیم ضرور روانہ کروں گا۔۔۔ یہ دس آدمی تمہاری ہدایات کا انتظار کریں گے اور تم ان سے جو کام چاہے لے سکو گے؟"

"چلئے ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اگر تم چاہو تو ان دس آدمیوں کے نام تجویز کر سکتے ہو۔"

"جی نہیں۔۔۔ آپ اپنی پسند کے آدمی بھیج دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔" آئی جی صاحب نے پوچھا۔

"میں اب گھر جاؤں گا تاکہ جانے کی تیاری مکمل کر سکوں۔۔۔ دوسری طرف خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی فون کرتے ہیں۔ انہیں تو اس پروگرام

کے متعلق معلوم بھی نہیں۔"

"کیا!!" آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔۔۔ انہیں ابھی کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"تو تم نے ان سے پوچھے بغیر ہی ان کے نام شامل کر لیے۔"

"جی ہاں۔۔۔ وہ میرے ساتھ جانے سے انکار نہیں کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

انہوں نے دفتر سے ہی ان دونوں کو فون کرنا مناسب خیال کیا۔ پہلے انہوں نے خان رحمان کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو رحمان۔۔۔ میں جمشید بول رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ کوئی اور نہیں بول رہا۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یار صبح سے غلط نمبر رنگ کر کر کے لوگوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آج تمام دن میں بس تمہارا صبح فون موصول ہوا ہے۔۔۔ کہو خیر تو ہے۔ میں کیسے یاد آ گیا۔" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم کل میرے ساتھ خان گڑھ چل رہے ہو۔۔۔ میں نے سوچا، اطلاع دے دوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اچھا!" انہوں نے اس طرح کہا جیسے انسپکٹر جمشید نے بازار تک چلنے کے لئے کہا ہے۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"تم نے پوچھا نہیں کہ وہاں جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟" انہوں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا

"کیا ضرورت ہے پوچھنے کی۔ تمہارے ساتھ تو میں جہنم میں بھی جانے کیلئے تیار ہوں۔" خان رحمان کی آواز آئی۔

"ارے بھائی ہو سکتا ہے کہ وہاں جان سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔" انسپکٹر جمشید نے خبردار کیا۔

"بھئی واہ۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ یوں بھی میں صابن سے ہاتھ دھوتے دھوتے تنگ آگیا ہوں۔" انہوں نے ہنس کر کہا اور انسپکٹر جمشید کو بھی ہنسی آگئی۔

"اس وقت اگر یہ جملہ محمود، فاروق اور فرزانہ نے سنا ہوتا تو قہقہہ لگائے بغیر نہ رہتے۔"

"تو انہیں بھی سنا دیں گے۔ ہاں۔ کل کس وقت پہنچنا ہے؟"

"تم ناشتا میرے گھر میں کرو گے۔ بس ہم ناشتا کرتے ہی چل پڑیں گے۔"

"کیا بچوں کو بھی ساتھ لانا ہے؟"

"نہیں۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہوگا۔"

"اچھی بات ہے۔ پہنچ جاؤں گا۔"

خان رحمان کے ریسیور رکھنے کے بعد انہوں نے پروفیسر داؤد کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

"پروفیسر داؤد بول رہا ہوں۔"

اور میں انسپکٹر جمشید ہوں۔"

"تم سے خدا سمجھے جمشید۔ یوں لگتا ہے جیسے تم یہ شہر چھوڑ کر چلے گئے ہو۔" انہوں نے چھوٹتے ہی کہا۔

"کیوں۔ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس طرح کہ تم سے ملے یا تمہارا فون آئے کئی ماہ ہو گئے ہیں۔"

"آپ ان دنوں بہت مصروف تھے۔ میں نے پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔"

"تو پھر آج کیوں پریشان کیا ہے۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔

"آپ کو کل میرے ساتھ خان گڑھ چلنا ہے۔"

"بہت اچھا۔ اور کوئی بات۔"

"آپ نے پوچھا نہیں کہ وہاں کس سلسلے میں جانا ہے۔"

"کوئی بھی سلسلہ ہو، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اور اگر تم مجھے ساتھ لے جانے کا پروگرام بنا چکے ہو تو ضرور کوئی اہم بات ہوگی۔ جو تم روانہ ہونے سے پہلے بتا ہی دو گے۔ پھر بھلا مجھے کچھ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بہت خوب۔ تو پھر کل ناشتا میرے ساتھ کیجئے گا۔ ہم ناشتے کے فوراً بعد چلیں گے۔"

"اچھا!" انہوں نے کہا۔

فون کرنے کے بعد وہ گھر پہنچے۔ محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"ہم کل ناشتا کرنے کے بعد روانہ ہوں گے۔ تیاری مکمل کر لو۔ ہمارے ساتھ خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی چل رہے ہیں۔ وہ بھی صبح سویرے

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

یہاں پہنچ جائیں گے۔" انہوں نے آتے ہی بتایا۔

"بہت خوب!" محمود کے منہ سے نکلا۔

"ابا جان! میں دو دن سے ایک بات محسوس کر رہی ہوں۔ کل تو میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن آج آپ سے ذکر کرنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔"

"کیا بات ہے بیٹی؟" انہوں نے جلدی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے۔ ہمارے مکان کی نگرانی ہو رہی ہے۔"

"کیا!" ان کے منہ سے نکلا۔

"تم یہ کس طرح کہہ سکتی ہو؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میں نے دو آدمیوں کو مکان کے ارد گرد منڈلاتے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے وہ کبھی ہمارے مکان کے آس پاس نظر نہیں آئے۔"

"ہوں۔ ہو سکتا ہے، تمہارا خیال ٹھیک ہو۔ حالات بھی یہی کہتے ہیں کہ مکان کی نگرانی ضرور ہو رہی ہے۔ دراصل مجرم بہت منظم ہے۔ اس کے آدمی یہاں سے لے کر خان گڑھ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ ہر ہر منٹ کا حال جاننا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے آدمیوں کو میری نگرانی پر لگا رکھا ہے۔ اس کا یقین کل آئے گا۔ جب ہم روانہ ہوں گے۔" وہ کہتے چلے گئے۔

"بہت خوب! لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ رات کے وقت گھر میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔"

"نہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"خدا خیر کرے۔"

"آخر یہ سب چکر کیا ہے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"یہی معلوم کرنے کے لئے ہم خان گڑھ جا رہے ہیں۔"

"اگر یہ لوگ ہوشیار ہیں تو ہمیں ضرور راستے میں روکنے کی کوشش کریں گے۔" محمود نے کہا۔

"پروا نہ کرو۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

"کیا انکل خان رحمان اور پروفیسر صاحب کے بچے بھی چل رہے ہیں؟"

"نہیں۔ ہم سیر و تفریح کی غرض سے تو جا نہیں رہے۔ ہمیں تو وہاں ایک خطرناک مہم درپیش ہے۔ اس لئے میں نے بچوں کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں سمجھا۔"

"اور ہم ——" فاروق نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تم۔ تمہاری بات اور ہے۔ تم تو میرے ساتھ ہر حال میں چلو گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"مہم دلچسپ رہے گی۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی موجودگی میں تو اور بھی چار چاند لگ جائیں گے۔"

"وہ تو خیر ٹھیک ہے۔ لیکن ابا جان۔ آخر یہ لوگ کیا کام کریں گے؟"

"بہت کام کریں گے۔ میں کچھ سوچ کر ہی انہیں لے جا رہا ہوں۔"

"خیر۔ آپ کی آپ ہی جانیں.... میں تو...."

محمود کہتے کہتے رک گیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

ٹیکسی میں

محمود نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہاں ایک لڑکا کھڑا تھا۔ اس کا لباس پھٹا پرانا تھا اور پاؤں میں جوتی تک نہ تھی۔

"کیا بات ہے بھیا؟" محمود نے نرمی سے پوچھا۔

"انسپکٹر جمشید یہیں رہتے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں کیا بات ہے؟"

"میں ابھی ابھی اس طرف سے گزر رہا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے یہ خط دیتے ہوئے کہا کہ اس گلی میں کہیں انسپکٹر جمشید رہتے ہیں۔ یہ خط تم انہیں پہنچا دو۔ خط کے ساتھ اس نے مجھے ایک روپیہ بھی دیا تھا۔

"ہوں۔ لاؤ خط مجھے دے دو۔ وہ میرے ابا جان ہیں۔"

"جی بہت اچھا۔" یہ کہہ کر اس نے خط محمود کو دے دیا اور جانے کیلئے مڑا۔ لیکن محمود نے اسے روک لیا۔

"تم کیا کام کرتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"محنت مزدوری کرتا ہوں۔ میرے ماں باپ بوڑھے ہیں۔ وہ کوئی کام

نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں ہی کماتا ہوں۔"

"دن بھر میں کتنا کما لیتے ہو؟"

"کبھی دو روپے... کبھی چار روپے۔"

"ہوں۔ تم یہ خط یہاں تک لائے ہو۔ اس کام میں بھی تمہیں بہت محنت کرنی پڑی ہے۔ یہ لو دو روپے میری طرف سے بھی رکھ لو۔" محمود نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"شکریہ جناب۔" اس نے کانپتے ہاتھوں سے روپے لے لئے۔

"اس آدمی کی شکل صورت کیسی تھی جس نے تمہیں یہ خط دیا تھا؟"

"اس کا قد لمبا تھا۔ چہرہ بھی بہت لمبوترا سا تھا ناک بھی لمبا ہی تھا ماتھے پر زخم کا ایک نشان تھا۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ!"

محمود خط لے کر اندر آیا اس نے کہا۔

"یہ خط کسی نے ایک لڑکے کے ذریعے بھجوایا ہے۔ میں نے لڑکے سے اس کا حلیہ پوچھا تھا۔ جواب میں اس نے بتایا کہ اس کا قد لمبا تھا، چہرہ بھی لمبوترا سا تھا اور پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔"

"اوہ۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

انہوں نے خط کھولا اور وہ تینوں بھی اس پر جھک گئے۔ لکھا تھا۔

"تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ خان گڑھ نہ آؤ۔ اور اگر آئے بغیر نہیں رہ سکتے..... تو اپنا اور اپنے ساتھیوں کے کفن ساتھ لے کر روانہ ہوتا۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

نیچے کسی کے دستخط نہیں تھے۔ انسپکٹر جمشید نے تحریر کو غور سے دیکھا اور پھر میز پر خط ڈال دیا۔ کچھ دیر تک سوچتے رہے، پھر محمود سے بولے

"اس لڑکے کے نقش و نگار تو مجرموں جیسے نہیں تھے۔"

"جی نہیں۔ وہ بیچارہ تو کوئی مزدور تھا۔"

"اگر اس نے حلیہ بالکل درست بتایا ہے تو میں اس آدمی کو جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عدالت نے اس شخص کو عمر قید کی سزا دی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب جیل میں نہیں ہے، بلکہ جیل سے فرار ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے فرار کے بارے میں اخبارات میں کوئی خبر شائع نہیں ہوئی۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ وہ جیل سے فرار ہو چکا ہے تو میں جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا۔ اس کا ایک مستقل ٹھکانہ ہے۔ اور ہم وہاں چلیں گے۔ خان گڑھ جانے سے پہلے یہ بہتر ہے کہ ہم اس سے دو دو باتیں کر لیں۔ لیکن پہلے میں جیل سپرنٹنڈنٹ کو فون کر کے یہ معلوم کروں گا کہ وہ جیل میں ہی ہے یا فرار ہو چکا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ تینوں بھی ان کے ساتھ بیگم شیرازی کے ہاں پہنچے۔ فون پر سلسلہ جلد ہی مل گیا۔

"ہیلو شیخ صاحب۔ میں جمشید بول رہا ہوں۔"

"اوہ انسپکٹر صاحب۔ کہیے۔ کیا حال ہے۔"

"بس ٹھیک ہوں۔ ایک بات معلوم کرنی تھی۔ استاد زماں کو عمر قید کی سزا ہوئی تھی نا۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"

"وہ ان دنوں کونسی جیل میں ہے۔ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے۔ وہ آپ کی ہی جیل میں تھا۔" انہوں نے کہا۔

"ہاں۔ وہ یہیں تھا۔ لیکن پھر اسے فیروز آباد کی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں سے وہ فرار ہو گیا تھا۔"

"لیکن یہ خبر اخبار میں شائع نہیں ہوئی۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"حکام حیران ہیں.... آج کل نہ جانے کیا ہو گیا ہے... کئی قیدی جیلوں سے فرار ہو گئے ہیں۔ بس اس لئے یہ خبر اخبارات کو نہیں دی گئی تاکہ شور نہ مچے۔" اس نے بتایا۔

"اوہ۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اور کون کونسی جیلوں سے مجرم فرار ہوئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میری اپنی جیل سے تین چار خطرناک قیدی فرار ہو چکے ہیں۔ فیروز آباد کی جیل سے تقریباً سات قیدی.... اسی طرح مختلف جیلوں سے قیدی فرار ہو چکے ہیں۔"

"آخر کیا معاملہ ہے۔ پہلے تو قیدی اس طرح فرار نہیں ہوتے تھے۔ کیا جیلوں کے انتظامات ناکارہ ہو گئے ہیں، حفاظتی انتظامات ختم کر دیئے گئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ہر ممکن احتیاط کی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود قیدی فرار ہو رہے ہیں۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"اوہ — یہ تو بہت پریشان کن مسئلہ ہے۔ خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور ان تینوں کی طرف مڑے۔

"ان دنوں جیلوں سے قیدی بہت تیزی سے فرار ہو رہے ہیں۔ جانے کیا معاملہ ہے.... ایسا کس طرح ہو رہا ہے — اگر صرف کسی ایک جیل سے مجرم فرار ہوئے ہوتے تو میں یہ سوچ سکتا تھا کہ جیل کا سپرنٹنڈنٹ یا اس کا نائب یہ سب کچھ کرا رہا ہے — لیکن مختلف جیلوں سے قیدیوں کا فرار ہونا مجھے الجھن میں ڈال رہا ہے — آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ خیر اس پر تو ہم بعد میں غور کریں گے — لمبوترے چہرے والا واقعی فرار ہو چکا ہے اور ہم اسی وقت اس سے ملنے چلیں گے — کیا تم تینوں آرام کرنا پسند کرو گے یا میرے ساتھ چلنا؟"

"ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ تمہیں آرام کرنا چاہیے — کل ہمیں خان گڑھ چلنا ہے۔"

"تو کیا ہوا ابا جان — وہ کون سا اتنا دور ہے — صرف بائیس میل کا ہی تو فاصلہ ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"فاروق تم کچھ نہیں بولے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ دونوں بولنے کا موقع دیں تو کچھ بولوں بھی — ویسے میں بھی اس لمبوترے چہرے والے کو دیکھنا چاہتا ہوں — مدت ہو گئی ہے کوئی لمبوترا چہرہ دیکھے ہوئے۔" اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا اور وہ اس کی بات پر

مسکرا دیئے۔

"بہت خوفناک آدمی ہے وہ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو... پھر میں اسے عینک لگا کر دیکھوں گا۔"

"بہت خوب!" انسپکٹر جمشید ہنسے۔ محمود اور فرزانہ بھی مسکرائے۔

"تو پھر چلو۔"

وہ باہر نکل آئے — انہوں نے بیگم جمشید کو بتایا تھا کہ وہ باہر جا رہے ہیں اور ایک گھنٹے تک واپس آ جائیں گے۔

گھر سے باہر نکلے تو سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی کھڑی نظر آئی — وہ اس کی طرف بڑھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ ٹیکسی میں بیٹھ چکے تھے۔

"رم جھم ہوٹل!" انسپکٹر جمشید نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"او کے!"

اور ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

★

کچھ دیر تک ٹیکسی میں خاموشی طاری رہی۔ آخر محمود نے کہا۔

"آپ استاد زماں سے مل کر کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ وہ کس کے لئے کام کر رہا ہے — اور وہ جیل سے کس طرح فرار ہوا۔" انہوں نے جواب دیا۔

"کیا وہ یہ باتیں آپ کو بتا دے گا؟" فرزانہ نے پوچھا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ سراغ لگتے لگتے ہی لگا کرتا ہے۔ اگر ہم کسی کے پاس جا کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے تو تفتیش آگے کیسے بڑھے گی۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ یہ فرزانہ تو یونہی اوٹ پٹانگ سوال پوچھا کرتی ہے۔" فاروق نے جھنجھلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی ہاں! کام کے سوال پوچھنے کے لئے ایک تم ہی تو رہ گئے ہو۔"

"ارے یہ کیا۔" اچانک انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری ——— وہ بھی چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے ابا جان۔" محمود بولا۔

"ڈرائیور۔ یہ تم کس طرف سے لئے جا رہے ہو۔" انہوں نے محمود کی بجائے ڈرائیور سے کہا۔

"رم جھم ہوٹل کو جانے والی سڑک زیر مرمت ہے جناب۔ چکر لگا کر جانا پڑے گا۔" ڈرائیور نے بتایا۔

"اوہ۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔ انہوں نے ایک دو پل کے لئے سوچا پھر سخت آواز میں بولے۔

"گاڑی روک لو۔"

"کیوں۔ کیا آپ رم جھم ہوٹل نہیں جائیں گے؟"

"ضرور جائیں گے۔ لیکن پہلے میں تمہاری تلاشی لوں گا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ سڑک زیر مرمت نہیں ہے۔ میں کل بھی اس سڑک پر سے

گزرا تھا۔"

"مرمت آج ہی شروع ہوئی ہے۔" ڈرائیور نے بدستور گاڑی چلاتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں گاڑی روک لو، ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"نہیں روکوں گا اور نہ مجھے پچھتانا آتا ہے۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"اوہ! تو یہ بات ہے۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔ دوسرے ہی لمحے ان کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ ہاتھ باہر نکلا تو اس میں پستول تھا۔ انہوں نے پستول کی نالی ڈرائیور کی گدی میں لگاتے ہوئے کہا۔

"گاڑی روک دو، ورنہ گولی تمہاری گردن کے پار ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ گولی چلا دو۔ اسے میری گردن کے پار ہو جانے دو۔" اس نے بے فکری سے کہا۔

"میں کہتا ہوں گاڑی روکو۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں گرجے۔

"نہیں روکوں گا۔ تم گولی کیوں نہیں چلاتے۔ ڈرتے ہو نا کہ کہیں گاڑی نہ الٹ جائے اور بچے زخمی نہ ہو جائیں۔" ڈرائیور ہنسا۔

"بہت اچھا۔ تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔ لیکن اسے لکھ لو کہ تمہاری موت نے تمہیں آواز دی ہے۔" انسپکٹر جمشید کی آواز میں نہ جانے کیا تھا، وہ کانپ گئے۔ لیکن ڈرائیور پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"تم کون ہو، کس کے لئے کام کر رہے ہو؟"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"جس سے تم ملنے جا رہے ہو، میں اسی کے لئے کام کر رہا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا۔ تو تم استاد زماں کے ساتھی ہو۔ کیا تم بھی جیل سے بھاگے ہوئے ہو؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" اس نے کہا۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

"ہم جو چاہتے ہیں، وہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تمام تر ذمے داری تم پر ہو گی۔" انہوں نے کہا اور خاموش ہو گئے۔

"پستول جیب میں رکھ لو، کیونکہ اس وقت پستول تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔"

"جیب میں نہ رکھنے کی صورت میں تمہیں کیا فرق پڑ جائے گا؟" انسپکٹر جمشید نے بھی مسکرا کر کہا۔

"اس وقت تمہاری باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہے۔ میں جو چاہوں، تم سے منوا سکتا ہوں۔ لہٰذا پستول جیب میں رکھ لو۔"

"بہت اچھا۔" انہوں نے کہا اور پستول جیب میں رکھ لیا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ سکتے کے عالم میں بیٹھے تھے۔ اس قسم کی صورتِ حال سے انہیں پہلے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے۔ کیا کریں ڈرائیور کو زخمی یا بے ہوش تو وہ آسانی سے کر سکتے تھے، لیکن اس وقت

کار کا سٹیرنگ اس کے ہاتھ میں تھا اور اس طرح کار الٹ جانے یا کسی درخت وغیرہ سے ٹکرا جانے کا خدشہ تھا۔

"خان گڑھ میں کیا ہو رہا ہے۔" اچانک انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر کسے معلوم ہے۔ کیا تمہارے استاد کو؟" انہوں نے کہا۔

"شاید وہ بھی نہیں جانتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم خود ہی خان گڑھ جا کر معلوم کر لیں گے۔" فاروق نے دخل دیا۔

"تم ہم جھم ہوٹل تو جا نہیں سکتے، خان گڑھ تو بہت دور کی بات ہے۔"

"دور کی کیوں ہوتی۔ صرف بیس میل کی ہی تو بات ہے۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"لیکن یہ بیس میل کا فاصلہ تم لوگ کبھی طے نہ کر سکو گے، کیونکہ اب میں تمہیں واپس گھر ہی نہیں جانے دوں گا۔" ڈرائیور ہنسا۔

"بھئی۔ بہت اچھا پروگرام ہے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

جنگل کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور اب دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا تھا۔

اچانک ایک جگہ کار کی رفتار سست ہو گئی اور پھر وہ رک گئی۔

"نیچے اتر آیئے انسپکٹر صاحب۔" کار کے باہر سے آواز آئی۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

انہوں نے دیکھا... دو آدمی پستول تانے کار کی کھڑکی پہ جھکے کھڑے تھے اور اس جگہ سے چند قدم کے فاصلے پہ ایک اور ٹیکسی کھڑی تھی۔ غالباً یہ دونوں انکے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی چل پڑے تھے اور ان سے پہلے جنگل میں پہنچ گئے تھے۔

"بہت بہتر!" انسپکٹر جمشید بولے اور دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ ان کے بعد محمود، فاروق اور فرزانہ بھی باہر آ گئے۔

"تم لوگ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تمہارا اچار ڈالیں گے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

"آدمیوں کا اچار۔ لاحول ولا قوۃ۔" فاروق نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کہیں تمہارے باپ دادا آدم خور تو نہیں تھے؟" فرزانہ بول اٹھی۔

"باپ دادا نہیں تو پردادا تو ضرور آدم خور ہوں گے۔ ورنہ یہ ہمارا اچار ڈالنے کی بات نہ کرتے۔" محمود نے کہا۔

"بکو مت۔ منہ دوسری طرف کر لو اور اپنے بازو کمر کی طرف لے آؤ۔ ہم صرف تمہیں ریشم کی ڈوری سے باندھیں گے۔ اور پھر استاد کو اطلاع دیں گے۔"

"چلو بھائی۔ منہ ان کی طرف سے پھیر لو اور خود کو بندھوا لو۔ آخر ان کی خواہش پوری کرنا بھی تو ہمارا اخلاقی فرض ہے۔"

"جی اچھا۔ اگر آپ کہتے ہیں تو بندھوا لیتے... ویسے تو یہ ایڑی چوٹی کا زور بھی لگا لیتے تو بھی نہیں باندھ نہیں سکتے تھے۔" محمود نے کہا۔

اچانک فائر کی ایک آواز سنائی دی اور فرزانہ دھڑام سے سڑک پہ گر پڑی۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی تھی۔ تینوں حملہ آور بوکھلا گئے، کیونکہ ان

میں سے کسی نے فائر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ان دو پہ چھلانگ لگا دی جن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ تیسرے پہ محمود اور فاروق اچھلے تھے۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

رم جھم ہوٹل میں

فرزانہ جو دھڑام سے گری تھی، تیزی سے اٹھی اور ان پستولوں پر قبضہ کر لیا جو انسپکٹر جمشید کے چلانگ لگانے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔ اور اب صورت حال یہ تھی کہ انسپکٹر جمشید دونوں بدمعاشوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ اور پیر بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے۔ دوسری طرف محمود اور فاروق نے ٹیکسی ڈرائیور کو تگنی کا ناچ نچا رکھا تھا۔ وہ ان پر جھلا جھلا کر حملے کر رہا تھا اور وہ ادھر سے ادھر اچھل کر اس کے وار بچا رہے تھے۔

"بری بات ہے محمود۔ فاروق۔ تم اس غریب کو تگنی کا ناچ کیوں نچا رہے ہو؟" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"اور کیا چونگنی کا نچائیں؟" فاروق بولا۔

"اس نے تو ہمیں کار کی سیر کرائی ہے۔"

"اب ہم اسے جیل کی سیر کرائیں گے۔"

"واہ! اسے کہتے ہیں ادلے کا بدلہ۔" فرزانہ چہکی۔

اسی وقت ان دو میں سے ایک بے دم ہو کر گرا جو انسپکٹر جمشید سے بھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک مکا اس کی ناک پر دے مارا تھا۔ وہ ایک چیخ مار کر جو گرا تو اس کا سر درخت سے ٹکرایا۔ اور پھر وہ اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ دوسرے میں ابھی دم خم باقی تھا۔ اس نے جھلا کر اپنے سر کی ٹکر انسپکٹر جمشید کے چہرے پر مارنا چاہی لیکن سیدھا سڑک پر آ رہا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس کی کمر پر چلانگ لگا دی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر اس کی کنپٹی پر جوتے کی نوک جو ٹکرائی تو اس کے ہوش جاتے رہے اور وہ بے سدھ ہو گیا۔ انہوں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے محمود اور فاروق کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

"چوہے بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں۔"

"بری بات ہے۔ اسے زیادہ تنگ نہ کرو۔"

"جی اچھا۔" محمود نے کہا اور اچھل کر اپنے سر کی ایک ٹکر اس کے منہ پر ماری۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ دوسری طرف سے فاروق نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر لپیٹ لیں۔ وہ منہ کے بل سڑک پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

"ارے بس۔ تم تو تینوں ہی بے ہوش ہو گئے۔ اب ہم باتیں کس سے کریں گے۔" فاروق نے شوخ انداز میں کہا۔

"ان کے استاد سے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ اب ہم کیا کریں۔"

"ریشم کی جس ڈوری سے یہ ہمیں باندھنے کا پروگرام بنا رہے تھے اب اس سے

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"انہیں باندھ لو۔ ہم انہیں ٹیکسی میں ٹھونس ٹھانس کر لے جائیں گے۔"

"لیکن کہاں لے جائیں گے۔ کیا ان کے استاد کے پاس۔"

"نہیں پولیس کے حوالے کریں گے۔ البتہ ان کے استاد کو ان کے بارے میں بتا ضرور دیں گے تاکہ وہ پریشان نہ ہوں۔" ویسے اس وقت فرزانہ نے بھی کمال کر دکھایا... اپنے منہ سے ایسی آواز نکالنا کہ بالکل فائر کی آواز معلوم ہو، بہت مشکل ہے... لیکن اس نے اس قدر اچھی آواز نکالی کہ انہوں نے یہی خیال کیا فرزانہ کو گولی لگی ہے۔ فرزانہ اس وقت جو کام تم نے دکھایا ہے، میں اس کے بدلے میں تمہیں بطور انعام سو روپے دوں گا۔" یہ کہتے وقت وہ مسکرائے۔

"شکریہ ابا جان۔ میں انعام کی خواہش مند نہیں۔ اور پھر اس کام میں محمود اور فاروق بھی تو برابر کے شریک ہیں۔"

"ہاں۔ انہوں نے بھی ٹیکسی ڈرائیور کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔" وہ بولے

"جی نہیں۔ میرا اشارہ اس وقت اس طرف نہیں۔ دراصل گولی کی آواز میں نے انہی کے اشارے پر نکالی تھی۔ یہ خیال مجھے فاروق نے دیا تھا اور محمود نے مسکرا کر تائید کی تھی کہ ہاں اس وقت یہی چال کارگر رہے گی۔ یہ دونوں گولی کی آواز اتنی اچھی نہیں نکال سکتے اس لئے انہوں نے مجھے ایسا کرنے کا اشارہ کیا۔" فرزانہ نے پوری تفصیل سے بتایا۔

"بہت خوب! تو یہ بات تھی۔ خیر میں سو سو روپے تم تینوں کو دوں گا۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں! اب میں انعام لے سکتی ہوں۔"

"شکریہ فرزانہ۔ تم بہت فراخ دل اور انصاف پسند ہو۔" محمود نے اس کی تعریف کی۔

"میرا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہے۔" فاروق نے ایسے لہجے میں کہا کہ انہیں ہنسی آ گئی۔

"اچھا باتیں بہت ہو چکیں۔ اب انہیں باندھنا بھی شروع کر دو۔"

"پندرہ منٹ بعد وہ تینوں کو باندھنے کے بعد قریبی تھانے کا رخ کر رہے تھے۔

★

ہوٹل رم جھم میں داخل ہو کر انہوں نے ایک نظر ہال پر ڈالی اور پھر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ کاؤنٹر انسپکٹر جمشید پر نظر پڑتے ہی چونک اٹھا۔

"آپ... فرمایئے جناب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"استاد زماں اوپر اپنے کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔"

"جی... استاد زماں یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب۔ وہ تو جیل میں ہے۔ اسے تو عمر قید کی سزا ہو چکی ہے۔" اس نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"بکو مت۔ میں جانتا ہوں۔ وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر دس میں رہتا ہے۔ یہ کمرہ ہمیشہ کے لئے اس کے نام کر دیا گیا ہے۔ چاہے وہ اس

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

میں رہے یا نہ رہے۔ جب تک وہ جیل میں رہا، اس وقت تک بھی کمرہ نمبر دس کسی کو نہیں دیا گیا۔ اب جب کہ وہ جیل سے باہر آ چکا ہے.... تو وہ ضرور یہیں موجود ہو گا۔"

"جیل سے باہر آ چکا ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ میں جانتا ہوں۔ تم اور تمہارا مینیجر اس سے بہت ڈرتے ہیں اور اس نے تم سے کمرہ نمبر دس جگا ٹیکس کے طور پر لے رکھا ہے... لیکن اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یہ مصیبت ہمیشہ کے لئے تمہارے سر سے اتر جائے تو مجھے سچ سچ بتا دو کہ وہ اوپر موجود ہے یا نہیں۔"

"میں سچ کہتا ہوں جناب! مجھے اس کے بارے میں یہی معلوم ہے کہ وہ جیل میں ہے۔ اب اگر وہ جیل سے فرار ہو چکا ہے اور یہاں آ کر رہنے لگا ہے تو یہ بات میرے علم میں نہیں۔ مینیجر صاحب کو معلوم ہو گی۔" اس نے بتایا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آخر تم کاؤنٹر پر بیٹھتے ہو۔ وہ آخر تمہارے سامنے سے آتا جاتا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے جناب۔ اس نے اپنے حلیے میں تبدیلی کر لی ہو۔" اس نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ بات واقعی ہو سکتی ہے۔ اچھا یوں کرو۔ مجھے اس کمرے کی چابی دے دو۔ میں خود ہی جا کر دیکھ لیتا ہوں۔

اور خبردار اس کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔ اگر تم نے اپنے مینیجر یا استاد زمان کو یہ خبر دی کہ میں چابی لے کر اوپر گیا ہوں تو تمہاری خیر نہیں۔"

"ج... جی۔ آپ بے فکر رہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے تھر تھر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے چابی ان کی طرف بڑھا دی۔

چاروں سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ ہوٹل میں ابھی تک لفٹ نہیں لگی تھی۔ تیسری منزل کے کمرہ نمبر دس کا دروازہ بند تھا۔ انسپکٹر جمشید نے چابی سے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ اس میں ایک پلنگ بچھا تھا اور آٹھ دس کرسیاں ایک میز کے گرد رکھی تھیں۔ میز پر خالی گلاس اور ایک بوتل بھی موجود تھی۔ الماری میں کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ نچلے خانے میں ایک سوٹ کیس بھی موجود تھا۔

"تو میرا خیال ٹھیک ہی ہے۔ وہ اس وقت یہیں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"تو کیا کاؤنٹر والے نے جھوٹ بولا تھا؟" محمود نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہو سکتا ہے اسے معلوم ہی نہ ہو۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس نے میک اپ کر رکھا ہو۔"

"اب ہم کیا کریں؟" فاروق نے کہا۔

"اب ہم اس کا انتظار کریں گے۔ فکر نہ کرو۔ وہ بہت جلد آنے والا ہے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

بھی ان کے پاس دوسری کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کی نظریں دروازے پر لگی تھیں۔

اچانک انہوں نے قدموں کی آواز کمرے کی طرف آتے سنی۔ وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ انسپکٹر جمشید کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا جس میں پستول موجود تھا۔ انہوں نے پستول کے دستے کو مضبوطی سے تھام لیا۔

جھڑپ ہو گئی

دوسرے ہی لمحے ایک آدمی دروازے پر نمودار ہوا وہ دروازہ کھلا دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر جونہی اس کی نظر اندر بیٹھے انسپکٹر جمشید پر پڑی، اس کی حیرت میں بلا کا اضافہ ہو گیا — وہ جہاں کھڑا تھا، کھڑا رہ گیا — یوں جیسے اب کبھی قدم نہ اٹھا سکے گا۔ اس کا چہرہ بلاشبہ بہت لمبا تھا..... پیشانی پر زخم کا نشان بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

جیل سے بھاگنے والے زیادہ دیر تک باہر نہیں رہ سکتے۔ آخر انہیں واپس جیل جانا ہی پڑتا ہے۔ ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں جیل سے فرار ہونے میں کس نے مدد دی تھی؟" انسپکٹر جمشید مسکراتے ہوئے کہتے چلے گئے — استاد زماں کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ شاید اسے یہ امید ہی نہیں تھی کہ انسپکٹر جمشید اس کے کمرے تک پہنچ جائیں گے۔

"ارے بھئی اس قدر حیران اور پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔ اندر آ جاؤ — پاس آ جاؤ

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

کرتی ہیں۔"

استاد زمان ان الفاظ پہ چونکا جیسے ہوش میں آگیا ہو۔ پھر سنجیدہ انداز میں کمرے کے اندر آگیا اور ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ تم یہاں تک کس طرح پہنچے ہو۔ مگر مجھے یہ امید نہیں تھی۔ خیر... اب آ ہی گئے ہو تو یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔"

"ابھی ابھی... تمہارے تین غنڈوں نے بھی یہی الفاظ کہے تھے... لیکن اب وہ حوالات کی ہوا کھا رہے ہیں۔ دراصل تم لوگوں کے لئے جیلوں اور حوالاتوں کی ہوائیں ہی مفید ہیں۔ جہاں تم نے باہر کی فضا میں سانس لیے... اور بتانے لگے بڑھ بڑھ کر باتیں۔ بھلا میں یہاں سے زندہ واپس کیوں نہ جاؤں گا۔ جب کہ کاؤنٹر والا جانتا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں اور اس سے میں چابی لے کر آیا ہوں۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ نہ تمہیں آتے دیکھتا ہے نہ جاتے۔"

"وہ بے چارہ دیکھ بھی کیسے سکتا ہے۔" استاد مسکرا اٹھا۔

"اوہ سمجھا۔ تو تم ہوٹل کے پچھلے دروازے سے آتے جاتے ہو۔ مینیجر نے ضرور تمہیں عقبی دروازے کی چابی دے رکھی ہو گی۔"

"ٹھیک سمجھے۔ کافی عقل مند ہو۔" اس نے کہا۔

"اب سنو۔ میں تم سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں اگر تم ان کے بالکل ٹھیک جواب دے دو تو میں تمہیں عزت و احترام کے ساتھ پولیس کے حوالے

کر دوں گا۔ اور اگر تم نے میرے سوالات کے جوابات نہ دیئے تو پھر تمہیں ذلیل ہو کر پولیس تک جانا ہو گا۔"

دراصل میری آج تک تم سے ٹکر نہیں ہوئی۔ تم مجھے شکل سے پہچانتے ہو... ہاتھوں پیروں کی طاقت سے نہیں جانتے۔ میں وہ ہوں۔ جس سے بڑے بڑے کانپ اٹھتے ہیں۔ میں آدمی کے سر پہ صرف ایک مکا مار کر اس کا بھیجا پاش پاش کرنے میں ماہر ہوں۔ اور میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔" استاد زماں نے کہا۔

"سنو۔ پہلے میرے سوال سن لو۔ ہو سکتا ہے کہ ان سوالوں کے جواب دینے میں تمہارا کوئی حرج نہ ہو۔ میرا ایک سوال تو یہ ہے کہ تم جیل سے کس طرح فرار ہوئے، کس نے تمہاری مدد کی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ تم کس کے لئے کام کر رہے ہو اور جس کے لئے کام کر رہے ہو وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ خان گڑھ میں موجود ہے اور وہاں کوئی خطرناک کھیل کھیل رہا ہے۔ بس تم میرے ان سوالوں کے جواب دے دو۔ میں یہاں سے ہی پولیس کو فون کر دوں گا اور تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ اس طرح تمہاری سزا میں معمولی سا اضافہ ہو گا، لیکن اگر تم نے ہٹ دھرمی دکھائی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

"سنو انسپکٹر۔ میں نے سنا ہے، تم بہت بہادر ہو۔"

"میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔"

"نہیں۔ میں نے یہی سنا ہے۔ میں تم سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

میں نے تمہاری بہت تعریف سنی ہے — لوگ میرے مکے کی بھی بہت تعریف کرتے ہیں، کیوں نہ آج دو دو ہاتھ ہو جائیں — اگر تم نے مجھے گرا لیا تو میں تمہارے ہر سوال کا جواب بڑی تفصیل سے دوں گا — ورنہ نہیں۔"

میرے پاس ان فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے — لڑائی بھڑائی سے کوئی فائدہ نہیں، تم قانون سے بھاگے ہوئے ہو۔ میں تمہاری بات کیوں مانوں۔"

"میں سمجھ گیا — تم بہادر نہیں ہو — نام کے بہادر ہو۔ تمہارے بارے میں جو کچھ مشہور ہے، جھوٹ ہے۔"

"چلو یہی سہی — میرے سوالات کے جواب دے رہے ہو یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نہیں —" اس نے سختی سے کہا۔

"مجھے سختی پر مجبور نہ کرو۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں — تم سختی کرنے پر مجبور ہو جاؤ اور مجھے بھی اپنے ہاتھ پیر ہلانے کا موقع مل جائے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"اچھا — تم یوں نہیں مانو گے — تم مکے کی بات کر رہے ہو، اگر تم میرے جسم کو ہاتھ بھی لگا سکے تو میں تم سے کوئی سوال نہیں پوچھوں گا —" آخر انسپکٹر جمشید بھی تنگ آ گئے۔

بہت خوب یہ ہوئی نا بات — اس نے خوش ہو کر کہا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید بھی اٹھے اور اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ محمود فاروق اور فرزانہ کے دل دھڑک اٹھے وہ ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے — دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہے تھے۔

اچانک استاد زماں نے انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگا دی۔

★

انسپکٹر جمشید بجلی کی سی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئے اور استاد زماں آگے نکلتا چلا گیا، لیکن اس نے خود کو دیوار سے نہیں ٹکرانے دیا۔ بروقت سنبھل گیا، سنبھلا پلٹا اور پھر حملہ آور ہوا۔ اس مرتبہ اس نے ان کے سر پر مکا مارنا چاہا تھا۔

محمود فاروق اور فرزانہ خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔ وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ ایک اور ایک کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ ایسے میں وہ دخل نہیں دے سکتے تھے۔ یہ انسپکٹر جمشید کے اصول کے خلاف تھا۔ ان کی ہدایت تھی کہ جب ایک اور ایک کا مقابلہ ہو رہا ہو تو دخل ہرگز نہ دو۔ فتح یا شکست تک انتظار کرو، ہاں کوئی دوسرا درمیان میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرے تو تم اس کی ٹانگ ضرور کھینچ لو۔

استاد زماں نے اس کے سر کا نشانہ لیا تھا، لیکن ہوا یہ کہ انسپکٹر جمشید جھکتے ہوئے چکر کھا گئے اور اس کا مکا گھوم کر رہ گیا۔ وہ جھلا اٹھا۔ اس

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، خوفناک انداز میں ایک چھلانگ ان پر لگائی اور یہ چھلانگ اسے سیدھی دیوار سے ٹکرانے سے خود کو نہ بچا سکا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ بے دم ہو کر رہ گیا۔

"اب تم میرے سوالوں کے جواب دو، کیونکہ تم شرط ہار گئے ہو۔"

استاد زماں کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... وہ انسپکٹر جمشید کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اچانک اس نے کہا:

"پانی... میرا دم نکل جا رہا ہے... میری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"

وہ چونکے۔ انسپکٹر جمشید تیزی سے غسل خانے میں گھس گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کی نظریں بھی ان کے تعاقب میں غسل خانے کی طرف گئیں اور جب انہوں نے اپنے چہرے استاد زماں کی طرف موڑے تو وہ وہاں نہیں تھا۔

وہ موقع پا کر کمرے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ انسپکٹر جمشید غسل خانے سے باہر آئے اور ایک پل کے لئے کھڑے کے کھڑے رہ گئے پھر جیسے انہیں ہوش آ گیا۔ پانی کا گلاس میز پر پٹختے ہوئے وہ چلائے۔

"ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا ہو گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ دوڑ کر کمرے سے نکل آئے۔ لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہوٹل کا عقبی دروازہ کس طرف ہے۔ انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ سے چلا کر کہا۔

"تم تینوں دوسرے دروازے کی طرف سے جاؤ۔ میں عقبی طرف سے

جاتا ہوں۔"

انہیں بھاگتے دیکھ کر ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے لوگ حیران رہ گئے لیکن وہاں کسے پروا تھی.... انسپکٹر جمشید کی نظر ایک بیرے پر پڑی تو وہ اس کی طرف جھپٹے:

"عقبی دروازہ کس طرف ہے۔"

"جی اس طرف — لیکن وہ تو بند ہوتا ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف ایک منٹ میں وہ وہاں پہنچ گئے۔ عقبی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ وہ اس میں سے ہوتے ہوئے باہر نکلے۔ لیکن ٹھٹھک کر رہ گئے۔ سڑک دور دور تک سنسان تھی — وہ چکر کاٹ کر صدر دروازے کی طرف آئے تو محمود، فاروق اور فرزانہ حیران پریشان کھڑے تھے۔

"وہ نکل گیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں۔ جب ہم باہر آئے تو دور دور تک کوئی ٹیکسی جاتی ہوئی نظر نہیں آئی تھی — نہ جانے وہ کس طرح غائب ہوا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اور پچھلی سڑک بھی سنسان تھی... اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہوٹل سے باہر نہیں نکلا۔" انہوں نے چونک کر کہا۔

"جی — کیا مطلب؟" تینوں حیران رہ گئے۔

"ہاں: وہ ابھی ہوٹل میں ہی ہے — اتنی جلدی وہ بھاگ کر غائب نہیں ہو سکتا تھا — آؤ میرے ساتھ۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

ایک بار پھر وہ کاؤنٹر والے کے سامنے کھڑے تھے۔

"تم نے اوپر سے کسی کو بھاگ کر نیچے تو نہیں آتے دیکھا؟"

"جی... نہیں تو۔"

"مینیجر کا کمرہ کونسا ہے؟"

"ناک کی سیدھ میں چلے جائیے۔ سب سے آخر میں جو کمرہ آئے گا، اس پر مینیجر کے نام کی تختی لگی ہوگی۔"

"کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ کوئی آدمی تیزی سے سیڑھیاں اترتا نیچے نہیں آیا... یہ ابھی دو منٹ پہلے کی بات ہے۔"

"سچ بات تو یہ ہے جناب کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میں گاہکوں کی طرف متوجہ تھا۔" اس نے بتایا۔

"ہوں! اچھا خیر۔"

انہوں نے کہا اور مینیجر کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر انہوں نے انگلی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کون ہے۔ میں آرام کر رہا ہوں۔"

"آرام کا وقت ختم ہو گیا۔ مجرموں کو پناہ دینے والے بھی مجرم ہوتے ہیں اور انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے تیزی میں کہا۔

"کیا مطلب؟" اندر سے تیز سی آواز سنائی دی۔ پھر کسی کے دروازے کی طرف آنے کی چاپ ہوئی اور دروازہ کھل گیا۔

"ارے باپ رے۔ یہ آپ ہیں۔" مینیجر نے بوکھلا کر کہا۔

"تو تم اس ہوٹل کے مینیجر ہو۔ شہاب خان۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم نے آج سے دس سال پہلے ایک بنک میں ڈاکا ڈالا تھا اور پھر غائب ہو گئے۔ اب تم بچ نہیں سکتے۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے استاد زماں کو کہاں چھپایا ہے۔"

"ارے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔ "استاد زمان تو...."

"جیل میں ہے۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا۔ لیکن ادھر ادھر کی ہانکنے کی ضرورت نہیں۔ میں ابھی ابھی تیسری منزل کے کمرہ نمبر دس میں اس سے باتیں کر رہا تھا اور یقین جانو۔ میں نے خواب نہیں دیکھا تھا۔ میں جانتا ہوں، وہ اس وقت بھی تمہارے کمرے میں موجود ہے۔"

"اندر آ کر دیکھ لیجئے۔" اس نے دروازہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور پھر بری طرح اچھل پڑے۔ شہاب خان نے بلا کی پھرتی سے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے دروازے میں تالہ لگنے کی آواز سنی۔

وہ تیزی سے پلٹے۔ لیکن دشمن کامیاب ہو چکا تھا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

پروفیسر داؤد اور خان رحمان آگئے

ایک لمحے کے لئے وہ ساکت کھڑے رہ گئے۔ انہیں چوٹ پر چوٹ ہو رہی تھی۔ مجرم کا ساتھی انہیں جل دینے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اب وہ کمرے میں بند تھے۔ وہ ہوٹل کے مینیجر سے استاد زماں کے بارے میں معلوم کرنے آئے تھے۔ لیکن ہوٹل کے مالک کو دیکھ کر انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے، کیونکہ وہ جیل سے بھاگا ہوا تھا اور اس کا نام تھا شہاب خان — اب شہاب خان چونکہ پہچانا جا چکا تھا۔ اس لئے اس کا گرفتار کیا جانا ضروری تھا — وہ گرفتاری سے بچنے کے لئے انہیں کمرے میں بند کر کے بھاگ نکلا تھا اور وہ کمرے کے درمیان میں اس طرح کھڑے تھے۔ جیسے کوئی بھرے بازار میں ان کے منہ پر چپت لگا کر چلتا بنا ہو — آخر انسپکٹر جمشید دروازے پر جھپٹے اور دروازہ دھڑ دھڑانے لگے۔ ان کے ہاتھ رکے بغیر دروازے پر لگتے چلے گئے اور آخر دروازہ کھل گیا — وہاں دو تین آدمی کھڑے انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں کاؤنٹر والا بھی تھا۔ اس کا تو مارے حیرت کے برا حال تھا۔

"یہ سب کیا ہے جناب کیا معاملہ ہے۔" اس نے پوچھا۔

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

"تمہارا مینیجر کہاں ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ انہی سے ملنے ادھر آئے تھے — پھر کیا وہ آپ کو کمرے میں نہیں ملے —" کاؤنٹر والے نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ملے تو تھے — لیکن پھر ہمیں کمرے میں چھوڑ کر نہ جانے کہاں چلے گئے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"ہاں — وہ ہمیں کمرے میں بند کر کے چلے گئے۔ اب آپ بتائیں وہ کہاں ہیں؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کمال ہے۔ آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا — اور میں نے تو انہیں ہوٹل سے باہر نکلتے بھی نہیں دیکھا — پچھلے دروازے سے نکل گئے ہوں تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں — اگر آپ کچھ نہیں کہہ سکتے تو ہم کہلواتے بھی نہیں — اتنا ضرور بتا دیں کہ ہوٹل کے مالک کا نام کیا ہے اور وہ کہاں مل سکیں گے۔"

"ان کا نام تنویر شاہد ہے — اور اس وقت وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر چالیس میں ملیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ!" انہوں نے کہا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"کیا آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں" انہوں نے کہا۔

"تو میں انہیں اطلاع دے دیتا ہوں۔ مجھے ان کا حکم یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ دیتے رہو اطلاع۔ ہم چلتے ہیں۔"

ایک بار پھر وہ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔

"یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔ یہ قیدی اس قدر آسانی سے کس طرح فرار ہو رہے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"اس پر تو بعد میں غور کریں گے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ استاد زماں یکایک کہاں غائب ہو گیا۔ اور شہاب خان کہاں چلا گیا۔ یہ ہوٹل ہے یا مجرموں کا اکھاڑہ۔" فرزانہ بولی۔

"واہ! اچھا نام ہے اور کسی جاسوسی ناول کے لئے بہت مناسب رہے گا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کونسا نام؟" محمود نے چونک کر پوچھا۔

"یہی... مجرموں کا اکھاڑہ۔"

"اوہ۔ تو کیا تم ان دنوں جاسوسی ناول لکھنے کا ارادہ کر رہے ہو؟" فرزانہ نے پوچھا۔ لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ کیا حرج ہے۔ یوں بھی آج کل ہر الو پنجو جاسوسی ناول لکھنے بیٹھ جاتا ہے۔"

"گویا تم بھی ان میں شامل ہونا چاہتے ہو۔" فرزانہ نے مذاق اڑایا۔

"نہیں۔ انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جاسوسی ناول لکھنا ہر الو پنجو کا کام نہیں۔" وہ مسکرایا۔

"بلکہ کسی کسی کا ہے۔" فرزانہ نے ہنس کر کہا۔

"تم تو میرے پیچھے ہی پڑ گئی ہو۔ چلو جانے دو۔ میں نہیں لکھتا ناول۔" فاروق نے مصنوعی صورت بنا کر کہا اور انسپکٹر جمشید کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"حالات بہت عجیب و غریب ہیں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"کیوں نہ ان پر ایک نظر ڈال لیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"ان سیڑھیوں میں تو ڈال چکے ہم نظر۔ ہاں گھر جا کر ضرور یہ کام کر سکیں گے۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں، فاروق ٹھیک کہتا ہے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تو یہ ناول لکھنے کی باتیں ہی کر سکتا ہے۔"

"بس: اب چپ رہو۔ ہم تیسری منزل پر پہنچ چکے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں ٹوکا۔

"لیکن ابا جان! یہاں کہاں لکھا ہے کہ تیسری منزل پر جانا منع ہے۔ میں سوچ رہا ہوں، اب ہمیں اس ہوٹل سے نکل کر فوراً گھر پہنچنا چاہیے۔ آخر ہمیں سفر کی تیاری بھی تو کرنی ہے۔ صبح ہوتے ہی خان رحمان اور پرنسپل اللہ آ جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے سوچتے ہوئے کہا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"لیکن مصیبت یہ ہے کہ یہ ہوٹل تو ہمارا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا ہے۔" فاروق نے چلا کر کہا۔

"ہوٹل نہ ہوا، کمبل ہو گیا۔" محمود نے کہا۔

"ہاں، جسے ہم تو چھوڑنے پر تیار ہیں، لیکن وہ ہمیں چھوڑنے پر تیار نہیں۔ اب دیکھتے ہیں، ہوٹل کے مالک سے مل کر کیا پتا چلتا ہے۔"

آخر وہ کمرہ نمبر چالیس کے سامنے پہنچ گئے۔ اس کے دروازے پر تنویر شاہد کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ کرتے میں گھنٹی کا بٹن بھی تھا۔ انسپکٹر جمشید نے گھنٹی بجائی۔ چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ اور انہوں نے دیکھا، ادھیڑ عمر کا ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر لمبی سی ڈاڑھی تھی جس کے آدھے بال سفید تھے۔ اس کی آنکھوں پر بڑے بڑے شیشوں والی عینک تھی چہرے پر نرمی اور شرافت کے آثار تھے۔

"کاؤنٹر مین نے بتایا ہے کہ آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔ آپ کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ خود ہی تشریف لے آئے۔" اس نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اور یہ تینوں غالباً آپ کے بچے محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"جی ہاں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ان سے مل کر اور بھی خوشی ہوئی۔ ان کے کارنامے تو اکثر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خیر فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"کیا آپ کو ابھی تھوڑی دیر پہلے کا واقعہ معلوم ہے۔" انسپکٹر جمشید

نے پوچھا۔

"کیسا واقعہ۔ میں نہیں سمجھا۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

انسپکٹر جمشید نے اسے ساری بات بتائی۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ شہاب خان کی یہ جرأت۔ اور کیا کہا آپ نے اور وہ بھی ایک قیدی ہے۔

جیل سے بھاگا تھا۔" یہ کہتے وقت تنویر شاہد کے چہرے پر حیرت کا ایسا عالم انہیں نظر آیا کہ کیا کسی کو اس قدر حیران ہوتے دیکھا ہو گا۔

"جی ہاں! شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں تھی۔"

"نہیں جناب۔ بالکل نہیں۔ یقین جانیے۔ اگر معلوم ہوتی تو اسے کبھی ملازم نہ رکھتا۔" تنویر شاہد نے کہا

"شہاب خان کب سے آپ کے پاس ملازم تھا۔"

"چھ ماہ پہلے میرا منیجر بیمار ہو گیا تھا۔ اس نے طویل عرصے کے لئے چھٹی لے لی۔ اس کا پھر اچانک ہارٹ فیل ہو گیا۔"

"کیا کہا ہارٹ فیل ہو گیا؟" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔ وہ حیران رہ گئے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ان کے گھر میں ایک آدمی ہارٹ فیل سے مر گیا تھا۔ اور مرنے والے کا اپنا بیان یہ تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے۔ اسی طرح خان گڑھ کی پہاڑیوں میں مرنے والا فوجی بھی ہارٹ فیل سے مرا تھا۔

"جی ہاں۔ میں نے منیجر کی جگہ کے لئے اخبار میں اشتہار دیا... جتنے

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

لوگ انہیں ویلیو دینے آئے، ان میں سے مجھے شہاب خان ہی مناسب آدمی معلوم ہوا تھا۔ اس کے پاس اچھی کارکردگی کے سرٹیفکیٹ بھی تھے اور بطور ضمانت جمع کرانے کے لئے روپیہ بھی تھا۔ اس لئے میں نے اسے ملازم رکھ لیا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ جیل سے بھاگا ہوا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اسے ہوٹل میں گھسنے بھی نہ دیتا۔" اس کے لہجے میں ندامت اور غم کا گہرا اثر تھا۔ وہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے سارے ہوٹل میں تلاش کر لیا جائے، اسے بھی اور استاد زماں کو بھی۔ اور ہاں۔ کیا استاد زماں کو کمرہ آپ کی مرضی سے دیا گیا ہے؟"

"جی ہاں! اسے میری بزدلی سمجھ لیں۔ میں اس سے بہت ڈرتا ہوں۔ لیکن جب اس نے کمرہ لیا ہے، ہمیں کچھ نہیں کہا۔ اور میں نے بھی سوچا کہ ایک کمرہ دے کر اگر اس کے شر سے نجات مل جائے تو یہ مہنگا سودا نہیں۔"

"ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ کمرہ مسافروں کو دینا شروع کر دیں۔ اب شہاب خان اور استاد زماں یہاں واپس نہیں آئیں گے۔ میں ان سے مل چکا ہوں اور وہ گرفتاری کے ڈر سے اب مجھ سے بھاگتے پھریں گے۔" انہوں نے بتایا۔

"بہت خوب۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہوا۔" ہوٹل کے مالک تنویر شاہ نے خوش ہو کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے پولیس کو فون کیا۔ انہوں نے آ کر سارے ہوٹل کی تلاشی لی مگر شہاب خان اور استاد زماں کا کہیں کوئی پتا نہ چلا۔ آخر وہ مایوس ہو کر ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ تنویر شاہ انہیں دروازے تک رخصت کرنے آیا۔

"مجھے بہت افسوس ہے جناب کہ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔" اس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اس میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں۔"

"لیکن یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ نہ میں شہاب خان کو ملازم رکھتا نہ ایسا ہوتا۔" اس کا لہجہ مایوسانہ تھا۔

"وہ فکر نہ کریں۔ آپ کو کیا معلوم تھا کہ شہاب خان کون ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس سے رخصت ہوئے۔ چند قدم آگے آ کر انسپکٹر جمشید ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ کے سامنے رک گئے۔

"میں ذرا ایک فون کروں گا۔"

بوتھ کے اندر گھس کر وہ کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگے۔

★

دوسری صبح بیگم جمشید ناشتا تیار کر رہی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ آج خان رحمان اور پروفیسر داؤد ان کے ہاں ہی ناشتا کریں گے۔ ابھی وہ سب نہا دھو کر ناشتے کی میز پر پہنچے ہی تھے کہ دروازے کی

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

گھنٹی بجی۔

"یہ انکل خان رحمان ہوں گے!" فرزانہ نے چہک کر کہا۔

"اور میں کہتا ہوں — یہ پروفیسر انکل ہیں!" محمود نے کہا۔

"میری بڑی مصیبت ہے — اب میں کیا کہوں۔" فاروق نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"تم کچھ کہنے کی بجائے دروازہ کھول دو — پتا چل جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے فیصلہ دیا۔

"جی ہاں — یہی مناسب رہے گا — اور اگر آنے والا ان دونوں میں کوئی بھی نہ ہو پھر؟" محمود بولا۔

"جو کوئی بھی ہو... اسے اندر لے آنا — پھر ہم دیکھ لیں گے۔" محمود نے کہا۔

"بہت بہتر۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

فاروق نے دروازہ کھولا... اور پھر حیرت زدہ رہ گیا — دروازے میں جو شخص کھڑا تھا، اس کے بارے میں تو کسی نے بھول کر بھی نہ سوچا ہوگا۔ یہ تنویر شاہد تھا... ہوٹل رم جھم کا مالک۔

"خیر تو ہے —" فاروق بولا۔

"آپ کے ابا جان کہاں ہیں؟"

"اندر موجود ہیں — آیئے تشریف لے آیئے۔" فاروق نے کہا، لیکن اس کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ اسے لے کر ناشتے کی میز پر پہنچ گیا۔

محمود، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کا بھی وہی حال تھا جو اس کا ہوا تھا۔

"تنویر صاحب آپ —" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں جناب! میں بھی کتنا بدنصیب ہوں۔"

"آخر ہوا کیا؟"

"آپ تو چلے آئے اور بعد میں شہاب خان کا فون آیا... اس نے دھمکی دی ہے کہ ہوٹل کو تباہ و برباد کر دیں گے۔"

"مگر وہ کیوں؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کا خیال ہے کہ اس کے بارے میں اور استاد زمان کی ہوٹل میں موجودگی کے بارے میں آپ کو میں نے اطلاع دی تھی... جب کہ یہ بالکل غلط ہے۔"

"ہاں — آپ نے مجھے کوئی اطلاع نہیں دی — خیر آپ فکر نہ کریں — میں ہوٹل کی نگرانی کے لیے چند کانسٹیبل مقرر کر دیتا ہوں — اور امید ہے کہ میں بہت جلد ان دونوں کو گرفتار کر لوں گا۔"

آپ کا بہت بہت شکریہ!" اس کے منہ سے نکلا — ساتھ ہی وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا —

"ارے ارے بیٹھیے — ناشتا کر کے جایئے گا؟"

"جی نہیں — میں بیمار آدمی ہوں — صبح ناشتے میں ڈاکٹر کی بتائی ہوئی چیزیں ہی کھا سکتا ہوں — اور وہ چیزیں گھر میں تیار ہو چکی ہوں گی۔"

"آپ کو کیا تکلیف ہے —" انسپکٹر جمشید نے ہمدردی بھرے لہجے میں پوچھا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"خون کی پیش ۔ کم بخت جانے کا نام ہی نہیں لیتی۔"

"یہ کہتے ہوئے وہ ان سے ہاتھ ملا کر دروازے کی طرف چل پڑا ۔ محمود اسے دروازے تک چھوڑ کر آنے کے لئے اس کے پیچھے چل پڑا ۔ عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی، لیکن چونکہ دروازے کھلا ہوا تھا اس لئے ساتھ ہی خان رحمان اندر داخل ہوئے۔

"ہائیں ۔ آج تو دروازہ کھلا ہے ۔ شاید ہمارے استقبال میں پہلے ہی کھول دیا گیا ہے۔" انہوں نے اندر آتے ہوئے چہک کر کہا۔ پھر ان کی نظر دروازے کی طرف آتے تنویر شاہد پر پڑی اور وہ خاموش ہو گئے۔ ورنہ نہ جانے کتنے جملے ان تک پہنچتے پہنچتے کہہ جاتے ۔ وہ تنویر شاہد کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے اور جب وہ دروازے سے باہر نکل گیا تو بولے۔"

"یہ رم جھم ہوٹل کا مالک یہاں کیا کرنے آیا تھا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا تم اسے جانتے ہو ۔" انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"ہاں، اچھی طرح ۔ کسی زمانے میں یہ فوٹو گرافر تھا ۔ اس کی فوٹو گرافری کی ایک چھوٹی سی دکان تھی ۔ پھر اس نے ترقی کر لی اور بڑی دکان کھول لی ..... اور اس کے بعد فوٹو گرافی چھوڑ کر ہوٹل رم جھم کھول لیا۔"

وہ انہیں تنویر شاہد کے بارے میں بتا رہے تھے کہ پروفیسر داؤد

کی آواز سنائی دی۔

"یہ اندر میرے خلاف کیا سازش ہو رہی ہے ... ارے ہائیں ۔ یہ رحمان یہاں کیا کر رہا ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ تم نے صرف مجھے ہی بلایا ہے۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

کھنڈر کا کمرہ

پروفیسر داؤد کو دیکھ کر وہ کھل اٹھے۔

"السلام علیکم انکل" تینوں ایک ساتھ چہکے۔

"وعلیکم السلام — اب بتاؤ — آخر خان گڑھ جانے کا پروگرام کس لئے بنایا گیا ہے۔"

"آپ بیٹھ جایئے.... سب کچھ تفصیل سے بتاتا ہوں" انسپکٹر جمشید بولے اسی وقت ایک بار پھر گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا ہوا ہی تھا، اس لئے انسپکٹر جمشید وہیں سے بولے۔

آجاؤ اکرام — دروازہ کھلا ہے اور ہاں اسے بند کرتے آنا، کیونکہ دیواروں کے کان بھی ہوتے ہیں"

"کیا مطلب! کیا یہاں کچھ خفیہ گفتگو ہونے والی ہے" خان رحمان چونکے

"کچھ ایسا ہی معاملہ ہے"

اکرام دروازہ بند کر کے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تو ناشتا شروع ہوا۔ انسپکٹر جمشید نے ناشتے کے دوران ہی انہیں ساری بات تفصیل سے سنا دی کہ کس طرح ان کی دفتر میں ایک میٹنگ ہوئی، آئی جی صاحب نے خان گڑھ میں ہونے والے

واقعے کے بارے میں کیا بتایا..... پھر وہ گھر آئے تو یہاں ایک اجنبی کی لاش ملی، وہ بتانے آیا تھا کہ ملک کو زبردست خطرہ ہے..... اس لئے فوراً خان گڑھ پہنچو۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا ایک خط دے گیا..... اس میں مجھے دھمکی دی گئی تھی کہ خان گڑھ کا سفر خطرناک ثابت ہوگا..... لڑکے سے خط دینے والے کا حلیہ پوچھا گیا تو اس نے ایک ایسے آدمی کا حلیہ بتایا جو جیل میں تھا۔ میں نے جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جیل سے فرار ہو چکا ہے۔ اس کا نام استاد زماں ہے — میں جانتا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہوں اس لئے رم جھم ہوٹل پہنچا۔ اس کے کمرہ میں اس سے ملاقات ہوئی۔ جھڑپ بھی ہوئی۔ اور وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی تلاش کے سلسلے میں جب ہوٹل کے مینجر سے ملا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بھی جیل سے بھاگا ہوا ایک مجرم ہے۔ اس کا نام شہاب خان تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے تو وہ بھی دھوکا دے کر بھاگ نکلا۔ اس کے بعد میں ہوٹل کے مالک سے ملا، پولیس کی مدد سے پورے ہوٹل میں دونوں مجرموں کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن وہ نہ ملے — شاید باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہوٹل کے مالک نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا — وہ ابھی ابھی یہاں آیا تھا اور اس نے بتایا کہ استاد زماں نے اسے دھمکی دی ہے کہ ہوٹل کو تباہ کر دیا جائے گا..... اب میں نے اس کی

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

حفاظت کے خیال سے وہاں چند کانسٹیبل مقرر کر دیئے ہیں۔ تاکہ بیچارے کا نقصان نہ ہو۔ خان رحمان نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ وہ ہوٹل کے مالک کو پہچانتے ہیں۔ اور ہوٹل چلانے سے پہلے وہ ایک فوٹو گرافر تھا..... انسان ترقی کر کے نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے — تو یہ تھے کل حالات — اب ہم خان گڑھ کی طرف روانہ ہونے والے ہیں تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے — لیکن مجرموں کی ہوشیاری اور تنظیم کے انداز بتاتے ہیں کہ راستہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہونے والا ہے۔ یہ لوگ ہمیں خان گڑھ نہیں جانے دیں گے اور ہمیں وہاں پہنچنا ہے — ان حالات میں میں آپ لوگوں کو باخبر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں — اب یہ آپ کی مرضی ہے .... میرے ساتھ چلیں یا نہ چلیں — میں تو تنہا بھی چلا ہی جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"تقریر بہت اچھی تھی لیکن اس کے آخری الفاظ بالکل فضول تھے۔" خان رحمان نے منہ بنا کر کہا۔ وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"بالکل ٹھیک کہا رحمان تم نے... آخری الفاظ فضول ہی نہیں... بالکل بکواس بھی تھے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"ارے ارے — میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکراتے ہوئے بولے۔

"جب تم ہمیں اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ کر چکے ہو تو پھر اب ڈرا کیوں

رہے ہو.... ہم ایسے دوست نہیں جو دوست کو خطرے میں دیکھ کر پیٹھ دکھا جائیں۔" خان رحمان بولے۔

"اور کیا — اگر تم خطرے کے منہ میں جا سکتے ہو تو ہم کیوں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتے۔"

"دراصل بات یہ ہے کہ جس وقت میں نے آپ دونوں کو ساتھ لے جانے کے بارے میں سوچا تھا، اس وقت یہ حالات سامنے نہیں آئے تھے۔"

"کچھ بھی ہو — ہم ساتھ چلیں گے۔" خان رحمان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

واہ.... واہ دل لگتی کہی۔" پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

"اکرام — تم کیا کہتے ہو۔"

"میں آپ کے ساتھ جانا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں — لیکن سوال یہ ہے کہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں راستے میں روکنے کی کوشش کی جائے گی تو پھر آپ پولیس کی مدد کیوں نہیں لیتے — ہم پولیس کی حفاظت میں آسانی سے خان گڑھ پہنچ جائیں گے۔" اکرام نے کہا۔

"اور اگلے دن اخبارات میں یہ خبر ہو گی کہ انسپکٹر جمشید اپنی ٹیم کے ساتھ پولیس کی حفاظت میں خان گڑھ پہنچ گئے — میں یہ خبر چھپوانے کے لئے تیار نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے — ہم بھی تیار نہیں۔" خان رحمان بولے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنا سامان سمیٹا.... محمود، فاروق اور

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

فرزانہ نے اپنے اپنے ہتھیار سنبھالے... بیگم جمشید کو سلام کیا اور وہ گھر سے نکل آئے۔ یہاں خان رحمان کی لمبی سی کار کھڑی تھی۔ اس میں چلنے کا پروگرام بنایا گیا تھا... یوں پروفیسر داؤد بھی اپنی کار لے کر آئے تھے، لیکن انسپکٹر جمشید نے دو کاروں کی بجائے ایک کار میں سفر کرنا مناسب خیال کیا تھا۔ انہوں نے چلتے وقت ان سے کہا۔

"اگر ہم خان گڑھ پہنچنے سے پہلے بچھڑ جائیں... تو الگ الگ وہاں پہنچنے کی کوشش کریں۔ کوئی کسی دوسرے کو تلاش نہ کرتا پھرے۔ خان گڑھ میں ہمارے لئے ہوٹل چمن زار میں کمرے خالی کرائے جا چکے ہیں.... انہیں صرف اتنا بتانا ہوگا کہ دارالحکومت سے محکمہ سراغرسانی کی ٹیم کے افراد ہیں، پھر وہ خود ہی کمروں تک پہنچا دیں گے... وہاں جا کر البتہ دوسروں کا انتظار کیا جائے گا۔ جب تک ہم سب وہاں جمع نہ ہو جائیں، کوئی کام نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے... ہم سمجھ گئے۔" خان رحمان بولے۔

انسپکٹر جمشید ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گئے... انہوں نے پہلے ہی خان رحمان سے کہہ دیا تھا کہ کار وہ خود چلائیں گے جس پر خان رحمان نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ جانتے تھے، انسپکٹر جمشید ان سے بہتر ڈرائیور ہیں اور خطرے کی صورت میں پرسکون رہ کر کار چلا سکیں گے۔

کار چل پڑی۔ شہر کی ہری بھری سڑکوں پر اس کی رفتار درمیانی رہی پھر جونہی شہری حدود ختم ہوئیں، انسپکٹر جمشید نے کار کی رفتار ایک دم بڑھا دی۔

اسی وقت محمود نے بلند آواز میں کہا۔

"ابا جان! ایک سرخ رنگ کی کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔"

★

انسپکٹر جمشید نے کسی حیرت کا اظہار نہ کیا۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ یہ اس وقت سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے جب ہم گھر سے چلے ہیں... بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اس سرخ رنگ کی کار کے پیچھے جو نیلی کار ہے، وہ بھی ہمارا تعاقب ہی کر رہی ہے۔ یعنی بیک وقت دو کاروں سے کام لیا جا رہا ہے۔"

"اب آپ کیا کریں گے؟" محمود نے پوچھا۔

"کرنا کیا ہے۔ خان گڑھ جائیں گے۔" وہ مسکرائے۔

"ارے ارے۔ وہ دیکھئے۔ ہمارے آگے بھی ایک ٹرک جا رہا ہے۔" فرزانہ چلائی۔

ٹرک پر اس کی نظر ابھی ابھی پڑی تھی۔ دراصل کار نے ایک موڑ مڑا تھا موڑ مڑتے ہی ٹرک نظر آ گیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہ راستہ دینے پر تیار نہیں تھا۔ انسپکٹر جمشید نے راستے کے لئے بار بار ہارن دیا... مگر ٹرک ڈرائیور کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔

"لو بھئی۔ ان کا پروگرام تو شروع ہو گیا۔"

"اگر تم کہو تو میں ٹرک کے ٹائروں پر فائرنگ کر کے ان کے پرخچے اڑا دوں۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

خان رحمان بولے۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کی خواہش پوری کریں گے۔ پچھلی کاریں اب نزدیک آگئی ہیں۔ ادھر ٹرک راستہ نہیں دے گا... سڑک اتنی چوڑی نہیں کہ میں چالاکی دکھا کر ٹرک سے آگے نکل جاؤں۔ دونوں طرف کھائیاں ہیں.... اس لئے۔ اب ہم پھنس چکے ہیں۔"

"کیا کہا۔ پھنس چکے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"ہاں۔ ان کے خیال میں تو ہم واقعی پھنس چکے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور تمہارے اپنے خیال میں؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"اب میں اپنا خیال کس طرح ظاہر کروں۔ دو طرف سے گھر چکا ہوں۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔

"آخر تم مجھے اور اکرام صاحب کو فائرنگ کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ جب تک وہ فائرنگ نہیں کریں گے، میں بھی فائر نہیں کرنے دوں گا۔"

"اچھا... جیسے تمہاری مرضی۔"

اچانک انہوں نے دیکھا... ٹرک آڑا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔ انسپکٹر جمشید نے تیزی سے بریک لگائے۔ محمود فاروق اور فرزانہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ دونوں کاریں برابر برابر کھڑی ہو چکی تھیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ واپسی کا راستہ بھی بند کر دیا گیا تھا۔

خان گڑھ کے تمام ہوٹلوں میں کمرے بھر چکے تھے، اس لئے اب خان گڑھ جانے والے بہت کم لوگ تھے۔ کاروں والے تو پہلے ہی کمرے بک کرا کے جا چکے تھے.... ایک آدھ دن کے لئے جانے والے گاڑی کے ذریعے جاتے تھے۔ اس لئے سڑک ان دنوں تقریباً ویران پڑی تھی۔ اب ان کی کار ٹرک اور دونوں کاروں کے درمیان میں پھنس چکی تھی۔ اس پر بھی انسپکٹر جمشید کار میں بیٹھے مسکرا رہے تھے۔ جب کہ باقی لوگوں کا جی چاہ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ کریں۔

اچانک ایک تیز اور بھدی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"انسپکٹر جمشید۔ تم ہمارے نشانے کی زد پر ہو۔ اپنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے باہر آجاؤ۔ تم میں سے کوئی بھی کار میں بیٹھا نہ رہے۔"

"اچھا۔ ہم آرہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے بھی بلند آواز میں کہا۔

وہ نہایت شرافت سے باہر نکل آئے اور ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسے میں بھی انسپکٹر جمشید مسکرا رہے تھے۔

"تم لوگ پوری طرح گھیرے میں لئے جا چکے ہو... کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی اور گولی چلی۔" ڈرائیور نے بھی باہر آتے ہوئے کہا۔

"سمجھ گئے۔ اب کیا پروگرام ہے۔" انسپکٹر جمشید نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"پروگرام بہت شاندار ہے۔ یہاں قریب ہی جنگل میں ایک بے آباد مکان ہے... ہم نے اس مکان کو تم لوگوں کے لئے صاف کر دیا ہے۔ تمہیں کچھ دنوں

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

تک وہاں رہنا ہوگا۔ استاد زماں کا پروگرام تو تمہیں ختم کر دینے کا تھا۔ مگر سردار صاحب کا حکم ہے کہ وہ انسپکٹر جمشید کی بے بسی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کون ذاتِ شریف ہیں۔ میں نے اس سارے سلسلے میں یہ نام پہلی بار سنا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس وقت ہم سب کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔"

"اور وہ خود کہاں ہوتے ہیں۔ ان کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"وہ خان گڑھ میں موجود ہیں۔ ان کی باگ ڈور کیوں کسی کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ تو خود مختار ہیں۔"

"اچھا تو پھر چلو۔ کہاں چلنا ہے؟"

محمود فاروق اور فرزانہ حیران ہو رہے تھے کہ ان کے والد بزرگوار کی ہر بات اتنے آرام سے کیوں مان رہے ہیں... وہ جوابی کارروائی کیوں نہیں کرتے جب کہ تینوں اس کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ انہوں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ جواب میں وہ مسکرائے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ان کی بے چینی کو محسوس کر رہے ہیں۔

"ہم حیران ہیں۔ کیا تم سچ مچ انسپکٹر جمشید ہو۔"

"کیوں۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں انسپکٹر جمشید کے بھیس میں کوئی اور ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"ہم نے سنا تھا، انسپکٹر جمشید بہت بہادر ہے۔ وہ آگ میں بھی کود پڑتا ہے... مگر تم تو بھیگی بلی نظر آ رہے ہو۔"

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"خیر ہمیں کیا۔ ہمارا کام تو اور بھی آسان ہو گیا ہے۔ چلو۔"

وہ ان کے آگے چلنے لگے۔ ٹیکسی ڈرائیور اور دوسرے تین بدمعاش جو کاروں اور ٹرک سے اترے تھے، ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے منہ سے سیٹی کی ایک آواز نکالی اور انہوں نے دھم دھم کی آواز سنی۔

شاید کچھ لوگ درختوں پر سے کودے تھے۔ یہ آواز سن کر انسپکٹر جمشید کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد خاموشی سے چل رہے تھے۔

آخر انہیں وہ کھنڈر نما مکان نظر آنے لگے۔ یہ بہت پرانا تھا۔ دیواریں صرف چند ایک ہی سلامت تھیں باقی مٹیوں کی شکل میں ڈھیر ہو چکی تھیں۔ وہ کھنڈر میں داخل ہوئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کھنڈر میں ایک کمرہ بالکل صحیح سلامت تھا۔

"اس کمرے میں چلو۔" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

"بہت اچھا۔"

کمرہ واقعی صاف کیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ صفائی سے پہلے وہاں جالے اور جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ کی بھرمار رہی ہو۔

"اب تمہیں یہاں رہنا ہے۔ اس وقت تک... جب تک ہمارا منصوبہ

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

مکمل نہیں ہوتا۔"

"اور وہ منصوبہ کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔ نہ ہی استاد زماں یا کسی اور کو معلوم ہے۔ معلوم ہے تو صرف سردار صاحب کو۔ اور وہ خان گڑھ میں بیٹھے ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ تم لوگوں کو کسی حال میں بھی خان گڑھ تک نہ جانے دیا جائے۔"

"تو یوں کہو۔ تمہارے سردار صاحب ہم سے ڈرتے ہیں۔"

"تم سے تو ہم ہی نہیں ڈرتے... سردار صاحب تو بہت دور کی بات ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے دیکھا... اب کمرے میں نو آدمی موجود تھے۔ انہوں نے ایک نظر محمود، فاروق اور فرزانہ پر ڈالی، ساتھ ہی عجیب سے انداز میں مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ کو سمجھتے ہی فاروق نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"بہت خوب! تم لوگ واقعی بہادر ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھ نیچے گرا لئے۔

"خبردار۔ ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"میں تھک گیا ہوں۔ بھائی۔ اور پھر میرے ہاتھ اٹھانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم تو میرے ابا جان سے بھی نہیں ڈرتے۔" اس نے کہا۔

"تھک تو میں بھی گیا ہوں۔" محمود نے کہا اور اس نے بھی ہاتھ گرا دیئے۔ وہ محمود کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" ٹیکسی ڈرائیور بولا۔

اتنے میں فاروق کو جیب میں ہاتھ ڈالنے کا موقع مل گیا۔ اسی وقت ایک بدمعاش نے چلا کر کہا۔

"خبردار! ہاتھ جیب سے باہر نکالو۔"

"اوہو۔ ایسی کیا مصیبت آ گئی ہے۔ ہمیں ٹافی اور چیونگم کھانے سے نہ روکو۔ یقین جانو۔ ہماری جیبوں میں پستول نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے، ایک آدھ پستول ابا جان کی جیب میں ہو۔ مگر وہ بھی اسے استعمال نہیں کریں گے، کیوں ابا جان۔"

"ہاں بیٹے۔ میں بلاوجہ خون بہانے کا عادی نہیں۔"

"تو کیا ابا جان۔ ہم ان کی مرضی پر عمل کرتے ہوئے اس کھنڈر میں قید ہو جائیں گے۔" فرزانہ بھی بول اٹھی۔

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم ان لوگوں کو یہاں قید کر کے خان گڑھ جائیں گے۔" انہوں نے کہا۔

"تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہوگا۔"

"یہ خواب نہیں، حقیقت ہے فرزانہ۔ کیا بات ہے، کیا تم تھکی ہو۔"

"تھکیں میرے دشمن۔ ویسے ہاتھ میں بھی نیچے گرانا چاہتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے بھی ہاتھ گرا دیئے۔

"یہ لوگ یوں نہیں مانیں گے۔ میں تین تک گنوں گا۔ اگر تین پر ان تینوں نے ہاتھ دوبارہ اوپر نہ کر لئے تو ان پر فائرنگ کر دینا۔ استاد ہمیں اس

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

کی اجازت دے چکا ہے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اپنے ان دو ساتھیوں سے کہا جن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ باقی لوگ خالی ہاتھ تھے۔

"بہت بہتر!" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

"ابا جان! کیا حکم ہے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جونہی اس کے منہ سے تین نکلے۔ ہاتھ اٹھا دینا۔"

"ایک... دو... تین۔"

ان کے ہاتھ اوپر اٹھے تھے... لیکن اس کے ساتھ ہی ایک پنسل تراش ایک ٹافی اور ایک چاکلیٹ بدمعاشوں کے قدموں میں گرے۔

انہوں نے ان چیزوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو انہیں اٹھاؤ اور رکھ لو پنسل تراش تمہارے بچوں کے کام آئے گا۔"

لیکن انہیں اور زیادہ حیران ہونے کا موقع نہ ملا۔ ایک ساتھ تین دھماکے ہوئے اور کئی چیخیں فضا میں گونجیں۔

رھٹ والا

جو کچھ ہوا تھا، اچانک ہوا تھا اور ان کی سمجھ سے باہر بھی تھا۔ ایک پل کے لئے ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں پستول نظر آ رہا تھا۔

"اب تم لوگ اپنے ہاتھوں کو تکلیف دو۔ ہاتھ اٹھانے کی باری اب تمہاری ہے۔" ان کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"مل..... لیکن..... یہ سب کیا تھا۔" ان میں سے کسی نے ہکلا کر کہا۔

"یہ جادو تھا..... جو تمہارے سر چڑھ کر بولا ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اور جادوگر یہ کھڑے ہیں تمہارے سامنے۔" محمود نے پروفیسر داود کی طرف اشارہ کیا۔

"اب ہم لوگ خان گڑھ کا رخ کریں گے.... اور تم لوگ ہماری جگہ یہاں رہو گے۔ تاکہ کھنڈر خالی نہ رہے... اس کی رونق میں کوئی فرق نہ آئے۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

فاروق مسکرایا۔

"باتیں کم اور کام زیادہ۔" انسپکٹر جمشید نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "اب ان لوگوں کو باندھنے کی تیاری کرو۔ محمود... تمہاری جیب میں ریشم کی ڈوری موجود ہو گی؟"

"جی ہاں ابا جان۔ میں ایسی چیزیں اپنے پاس ضرور رکھتا ہوں۔" اس نے خوش ہو کر کہا اور جیب سے ڈوری نکالنے لگا، لیکن ابھی اس کا ہاتھ باہر بھی نہیں نکلا تھا کہ ایک دھماکا ہوا۔

دھماکا دستی بم کا تھا جو کھنڈر پر مارا گیا تھا۔ کھنڈر کی ایک دیوار دھماکے سے گری۔ سب گڑبڑا گئے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نو کے نو بدمعاش بھاگ کھڑے ہوئے۔

"خبردار۔ گولی مار دوں گا۔ ٹھہر جاؤ۔" انسپکٹر جمشید چلائے مگر شاید وہ اس موقع پر ٹھہرنے کے لئے تیار نہیں تھے، بھاگے چلے گئے۔ چند سیکنڈ بعد وہاں ان کے سوا کوئی بھی نہیں رہا تھا اور وہ کھڑے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔

"اسی لئے میں نے سڑک پر ہی ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کیا تھا، میرا خیال تھا کہ ادھر ادھر یا درختوں پر کچھ اور لوگ بھی چھپے ہوں گے.... یہ بات درست ثابت ہوئی... لیکن مجھ سے یہ بھول ہو گئی کہ میں یہ سمجھ بیٹھا کہ جتنے آدمی تھے۔ سب کھنڈر میں آ گئے... جب کہ اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کم از کم ایک آدمی ضرور باہر رہ گیا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھی پھنس گئے ہیں،

تو اس نے دستی بم پھینک مارا۔ اس نے جان بوجھ کر کھنڈر کے ایک طرف بم پھینکا... کیونکہ اندر اس کے اپنے ساتھی بھی موجود تھے۔ خیر کوئی بات نہیں... ایسا بھی ہوتا ہے۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔"

"پروگرام۔ پروگرام کیا ہو سکتا ہے... ہم خان گڑھ کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ اب یہ لوگ ہمارا راستہ روکنے کی بجائے خان گڑھ پہنچ کر ہمارا مقابلہ کرنے کا پروگرام بنائیں گے اور یہی میں چاہتا ہوں کہ ان سے ٹکراؤ اب خان گڑھ میں ہی ہو۔"

"تو پھر چلو۔ جلدی کرو۔ ابھی ہمیں سڑک پر بھی پہنچنا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔"

دوسرے ہی لمحے وہ سڑک کی طرف دوڑ پڑے۔ جب وہ سڑک پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا وہاں نہ وہ بڑک تھا اور نہ دونوں کاریں۔ البتہ ان کی کار ضرور وہاں موجود تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھے.. لیکن پھر دھک سے رہ گئے۔ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

ان کی کار کے ٹائر پھاڑ دیئے گئے تھے... شاید خنجروں سے وار کئے گئے تھے۔ اور اب وہ سڑک پر پریشان سے کھڑے ہاتھ مل رہے تھے۔

"دشمن ہمیں ایک بار پھر چوٹ دے گئے۔"

"ہم خان گڑھ سے تقریباً دس میل دور تو ضرور ہوں گے۔" خان رحمان بولے۔ "بس تو پھر... یہ فاصلہ ہم پیدل ہی طے کر لیتے ہیں۔ شام تک تو خان گڑھ

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

پہنچ ہی جائیں گے۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"تجویز تو اچھی ہے... لیکن اس کار کا کیا کیا جائے۔" پروفیسر بولے۔

"اسے ایک طرف کر کے کھڑی کر دیتے ہیں۔ خان گڑھ پہنچ کر فون کر دینگے یا وہیں سے دو چار آدمی بھیج دیں گے۔ اس طرح کار خان گڑھ میں آجائے گی" انسپکٹر جمشید بولے۔

"معقول تجویز ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کار کو دھکیل کر ایک طرف کیا۔ اس میں سے کھانے پینے کی چیزیں اور دوسرا سامان نکالا اور پیدل ہی چل پڑے۔ گرمی کے دن تھے... جلد ہی پسینے میں شرابور ہو گئے اور پیاس ستانے لگی۔ ان کے پاس بوتلوں میں جتنا پانی تھا آدھ گھنٹے کے اندر اندر ختم ہو گیا۔

"اب کوئی جگہ نظر آئے تو ان بوتلوں میں پانی بھر کر آگے چلیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ مقام تو بالکل غیر آباد ہے۔ یہاں پانی کہاں ملے گا۔" پروفیسر داؤد کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"شاید کوئی کنواں نظر ہی آجائے۔"

وہ چلتے رہے۔ اچانک انہیں ایک مکان نظر آیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک رہٹ بھی تھا۔ بیل رہٹ سے جتے ہوئے تھے اور چکر لگا رہے تھے۔ مکان کے دوسری طرف ایک ہرا بھرا کھیت تھا۔ اس کھیت کو پانی دینے کے لئے رہٹ چل رہا تھا۔

وہ خوش ہو گئے اور رہٹ کی طرف چل پڑے۔ نزدیک پہنچے تو رہٹ والا ایک درخت کے نیچے نظر آیا۔ ان کے قدموں کی آواز سنکر مڑا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہمیں پانی چاہیے۔"

"کنوئیں کا پانی تو اس وقت گرم ہو چکا ہے... میری جھونپڑی میں مٹکا بھرا رکھا ہے۔ اس میں سے لے لیں۔" اس نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن تم ہمیں حیران ہو کر کیوں دیکھ رہے تھے؟"

"میں یہ دیکھ رہا تھا کہ اتنی گرمی میں آپ لوگ پیدل کہاں پھر رہے ہیں۔"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ کچھ لوگوں نے ہمارے ساتھ شرارت کی ہے۔ اچھا تو کیا ہم اندر سے پانی لے لیں؟"

"ہاں۔ ضرور!" اس نے کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور ٹھٹھک کر رہ گئے۔ کیوں کہ اسی وقت دروازہ ان کے پیچھے تیزی سے بند ہوا تھا۔ وہ ایک دم پلٹے۔ لیکن انہیں دیر ہو چکی تھی۔ دروازے کی کنڈی لگائی جا چکی تھی۔

وہ دھک سے رہ گئے۔

★

"چلو رہٹ والے... اب اس کمرے میں پانی بھر دو۔" انہوں نے نو بدمعاشوں میں سے ایک کی آواز سنی۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"نمبر ایک... یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اب ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔" کسی دوسرے نے کہا۔

"بے وقوف نہ بنو... ہاتھ آئے شکار کو نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔" اس کی آواز سنائی دی جسے نمبر ایک کہا گیا تھا۔

"تمہاری تم ہی جانو۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمیں تمہاری ہدایات پہ عمل کرنا ہے۔" دوسرا بولا۔

"ہاں! اور میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے، مجھے حکم ملا ہے کہ انسپکٹر جمشید خان گڑھ نہ پہنچنے پائے۔" نمبر ایک بولا۔

"لیکن اس کے ساتھ اس کے پیچھے اور دوسرے دو آدمی بھی ہیں.... ہمیں ان کے بارے میں کیا کوئی ہدایت ملی ہے۔"

"چپ رہو نمبر دو۔" نمبر ایک نے درشت لہجے میں کہا۔

"بہت اچھا۔" نمبر دو کی آواز ڈوب گئی۔

"رہٹ والے... تم نے سنا نہیں... کمرے کو پانی سے بھر دو تاکہ یہ لوگ اندر ہی ڈوب کر مر جائیں۔"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے... تم لوگوں نے تو کہا تھا کہ تمہارے دوست آئیں گے اور تم ان سے شرارت کرنا چاہتے ہو، لہٰذا میں نے انہیں تمہارے کہنے میں آ کر اندر بھیج دیا۔ اب تم کہہ رہے ہو کہ ان پہ پانی چھوڑ دو۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا... میں اتنے آدمیوں کو تکلیف پہنچانے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔"

"بکو مت۔ اگر تم نے ہمارا حکم نہ مانا تو گولی تمہارے سینے کے پار ہو گی۔" نمبر ایک نے چلا کر کہا۔

رہٹ والے نے دیکھا اب نمبر ایک کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا۔ گرمی کی شدت اور تیز دھوپ نے ان کے سب کے حلیے اور بھی خوفناک کر دیئے تھے۔ رہٹ والا کپکپا اٹھا۔

"لل... لیکن میں پانی اندر کس طرح ڈالوں۔" اس نے بے بسی سے کہا۔

"رہٹ چل رہا ہے... تم بوکے بھر بھر کے دروازے پر اٹھتے جاؤ.... پانی اندر بھرنا شروع ہو جائے گا... کمرے کا فرش دروازے سے دو تین فٹ نیچا ہے۔"

"لیکن وہ دو تین فٹ گہرے پانی میں کس طرح ڈوب سکتے ہیں۔"

"یار رہٹ والے۔ تمہارے پاس شاید عقل بالکل نہیں ہے۔ ارے بھائی پانی کمرے کے کچے فرش اور دیوار کے سوراخوں میں گھسے گا اور یقیناً کوئی نہ کوئی زہریلا سانپ یا جانور باہر نکل آئے۔ جو انہیں ڈسے بغیر نہ رہے گا... وہ پانی کے اندر ہی انہیں ڈسے گا اور یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکیں گے... اس طرح پانی کا دہرا فائدہ ہو گا۔" نمبر ایک کا لہجہ سفاک تھا۔ رہٹ والا دھک سے رہ گیا۔

"نہیں... یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ میں کسی کی جان سے نہیں کھیل سکتا۔ میرے گھر میں دو تین بار ایک سانپ دکھائی دیا ہے۔ ہو سکتا ہے، تمہاری شیطانی ترکیب سے وہ سانپ نکل ہی آئے اور انہیں ڈس دے۔"

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

"یہی تو ہم چاہتے ہیں... نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری... دوسرے دن شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہوگی کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی سانپ کا نوالہ بن گئے۔"

"انسپکٹر جمشید۔ کیا مطلب؟" رہٹ والے نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں۔ کیا تم اس نام سے واقف ہو؟"

"نہیں۔ میں انسپکٹر کے لفظ پر چونکا تھا۔ تو کیا اندر پولیس کے آدمی ہیں۔"

رہٹ والے کے لہجے میں تھرتھراہٹ تھی۔

"پولیس کے نہیں... محکمہ سراغرسانی کے ہیں۔"

"اوہ۔" رہٹ والے کے منہ سے نکلا۔

"تم پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں۔ میں پڑھا لکھا کسان ہوں۔ لیکن شہر کے ہنگاموں سے دور کھیتی باڑی کرنے کا شوقین ہوں۔ اور سنو۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس کام میں تمہاری مدد ہرگز نہیں کروں گا۔"

"اپنی موت کو آواز نہ دو۔"

"وہ تو ایک دن آ کر رہے گی۔"

"تو پھر میں فائر کرتا ہوں۔"

انہوں نے ایک فائر کی آواز سنی۔ ساتھ ہی ایک دل دوز چیخ فضا میں ابھری نمبر ایک نے چلا کر کہا۔

"اب ہم خود اس کمرے کو پانی سے بھریں گے۔ چلو اٹھا لو بالٹیاں ـــــ"

نقب اور فائرنگ

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں، اب کیا کریں۔

"فاروق، تمہاری جیب میں ایک چھوٹا سا چاقو ہوا کرتا ہے۔" آخر انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں۔ وہ موجود ہے۔" فاروق نے کہا اور چاقو نکال کر انہیں دے۔

وہ پنجوں کے بل بیٹھ گئے اور دروازے کے سامنے والی دیوار میں سے ایک اینٹ کے اردگرد کی مٹی کھرچنے لگے۔

"گنے کا کھیت اس طرف ہے.... ہم نقب لگا کر گنے کے کھیت میں چھلانگیں لگائیں گے۔ اب ان کی گولیوں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے۔"

"اور سانپ سے بھی۔"

"سانپ کی بات تو خیر جانے دو۔ وہ چاہتے یہی ہیں کہ ہم گھبرا کر باہر نکلیں اور ان کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں ـــــ لیکن ہم انہیں ان کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انشاء اللہ۔ یہ چھوٹا سا چاقو

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

کام دکھائے گا۔"

مٹی فرش پر گرنے لگی تھی، اسی وقت کمرے میں پہلی بالٹی الٹائی گئی اور کچا فرش گیلا ہو گیا۔ وہ پریشان ہو گئے۔

"تکلیف کیوں کرتے ہو۔ موسم گرمی کا ہے۔ بے شک دروازے کے سامنے بیٹھ کر گانا شروع کر دو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ اور ان میں حوصلے کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اگر اس وقت انسپکٹر جمشید ان کے ساتھ نہ ہوتے تو نہ جانے ان کا کیا حال ہوتا۔ اچانک ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔ نمبر ایک کہہ رہا تھا۔

"سنو! انسپکٹر جمشید۔ اب تمہاری موت نے تمہیں گھیرے میں لے لیا ہے۔ ہم اس کمرے کے چاروں طرف موجود ہیں۔ تم جس طرف سے بھی نکلو گے، گولی تمہارا مقدر ہو گی۔"

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر۔ کیا موت کے خوف سے تمہاری زبان گنگ ہو گئی ہے۔ یا پھر تم لوگ بے ہوش ہو گئے ہو۔" اس نے پھر مذاق اڑایا، فاروق غصے میں آکر کچھ کہنے والا تھا کہ انسپکٹر جمشید نے اسے اشارے سے منع کر دیا انہوں نے دھیمی آواز میں کہا۔

"انہیں یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کمرے کے کس طرف ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دروازے کی طرف متوجہ رہیں۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم دروازے پر جا کر انہیں باتوں میں لگائیں۔" محمود

نے کہا۔

"نہیں۔ اس وقت خاموشی بہتر ہے۔ اور سنو۔ گنے کی فصل میں سے گزر کر سڑک پر پہنچنے کی کوشش کرتی ہے... مگر کوئی کسی کا انتظار نہ کرے اور خان گڑھ کی طرف چل پڑے۔ ہم اکٹھے رہ کر خان گڑھ نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"جی بہت اچھا!"

پانی برابر اندر گرایا جا رہا تھا۔ اور اب ان کے ٹخنوں تک آ گیا تھا۔ دوسری طرف ایک اینٹ دیوار سے نکلنے کے قریب تھی۔ آخر وہ نکل آئی۔ یہ انسپکٹر جمشید نے اسے ایک دم نہیں نکالا تھا۔ پہلے تھوڑی سی درز پیدا کی اور اس میں سے باہر جھانکا۔ گنے کی فصل یہاں سے کوئی چھ فٹ دور تھی اور اس طرف کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے جلدی سے اینٹ نکال لی۔ اب باقی اینٹوں کا نکالنا بہت آسان تھا۔ چنائی مٹی سے کی گئی تھی۔ انہوں نے ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر اینٹیں اکھاڑنا شروع کر دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے سوراخ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں سے ایک آدمی باہر جا سکے۔

"پہلے میں باہر جاؤں گا۔ اور دیکھتے جانا کہ میں کس طرح جاتا ہوں۔ بالکل اسی طریقے سے تم کھیت تک آؤ گے۔ اگر انہیں معلوم ہو گیا تو سب کے سب دروازے کو چھوڑ کر اس طرف آ جائیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے پستول ہاتھ میں لیا اور باہر جانے لگے۔ پھر رک گئے اور بولے۔

"سنو... میں کھیت میں پہنچ کر پوزیشن لے لوں گا اور اگر کوئی اس

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

طرف آکر تم پسپائی کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے ڈھیر کر دوں گا۔
اس طرح تم بآسانی مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔"

"بہت بہتر۔"

انسپکٹر جمشید سینے کے بل لیٹ گئے اور اس سوراخ سے باہر نکل گئے وہ سوراخ میں سے جھانکنے لگے اور انہیں کھیت کی طرف بڑھتے دیکھنے لگے۔ ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے اور وہ یہ دعائیں کر رہے تھے کہ وہ بخیریت کھیت تک پہنچ جائیں۔ آخر انہوں نے دیکھا ..... انسپکٹر جمشید اس طرح لیٹے لیٹے کھیت میں داخل ہو گئے۔

"چلیے انکل... اب آپ کی باری ہے۔" محمود نے کہا۔

"نہیں بیٹا! پہلے تم چلو۔"

"وقت ضائع نہ کریں۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

پروفیسر داؤد نے کہا اور سوراخ سے باہر نکل گئے۔ اب وہ سینے کے بل رینگتے ہوئے اس طرف بڑھ رہے تھے جس طرف تھوڑی دیر پہلے انسپکٹر جمشید گئے تھے۔

اچانک ان لوگوں نے ایک زوردار آواز سنی۔

"ارے! ہم بھول گئے... ہمیں مکان کے پچھلے حصے کا بھی خیال رکھنا چاہیے... کہیں وہ دیوار توڑ کر نہ نکل جائیں۔"

ان کی سٹی گم ہو گئی۔ اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز آئی۔ پروفیسر ابھی کھیت سے دور تھے۔ انہوں نے یہ عقل مندی کی کہ فوراً اٹھے اور کھیت میں چھلانگ لگا دی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو گولی ان کے جسم میں داخل ہو چکی تھی۔

"یہ نقب لگا چکے ہیں۔" کوئی چلایا۔

بہت سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"انکل۔ کیا آپ کے پاس پستول ہے۔" فاروق نے اکرام سے پوچھا۔

"ہاں ہے۔"

"بہت خوب تو پھر آپ یہاں آکر پوزیشن لے لیں، لیکن سوراخ کے سامنے نہ بیٹھیں۔" اس نے کہا۔

"پستول تو میرے پاس بھی ہے۔" خان رحمان نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"بہت خوب! تو پھر آپ بھی فائرنگ شروع کر دیں... لیکن دیکھ بھال کر... بلاوجہ گولی ضائع نہ کریں۔"

دوسری طرف کھیت پر فائرنگ شروع ہو گئی تھی اور انسپکٹر جمشید جوابی فائرنگ کر رہے تھے... وہ بھی اس طرح کی دشمنوں کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ فائر کس طرف سے ہوا ہے۔

"نقب پر بھی فائر کرو۔" نمبر ایک نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی اکرام اور خان رحمان کے پستولوں سے دو فائر ہوئے اور ایک چیخ فضا میں گونجی۔ شاید کوئی دشمن کام آگیا تھا۔

www.facebook.com/Ishtiaq Ahmad Novels Scan By Me

اب دشمن درمیان میں تھے اور دو دو طرف تھے۔ مقابلہ زور شور سے جاری تھا۔ خان رحمان اکرام، محمود، فاروق اور فرزانہ ابھی تک کمرے کے اندر ہی تھے۔ وہ دیوار سے چپکے ہوئے تھے۔ ٹخنوں تک پانی میں کھڑے باہر کا جائزہ بھی لے رہے تھے اور خان رحمان وقفے وقفے سے فائر بھی کر رہے تھے۔ دوسری طرف گنے کے کھیت سے بھی فائر ہو رہے تھے۔

اچانک نمبر ایک نے گرج کر کہا۔

"آدھے آدمی گنے کے کھیت پر فائر کریں اور آدھے نقب پر... اور سب زمین پر لیٹ جائیں۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے ساتھ ہی نمبر ایک پھر چلایا۔

"کمرے کی دیوار پر دستی بم مارو۔"

اس جملے کے ساتھ ہی ان کی سٹی گم ہو گئی۔ وہ ساکت رہ گئے۔ انسپکٹر جمشید اور پروفیسر داؤد نے بھی یہ الفاظ صاف سنے تھے۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید کے کارنامے

موت کی سرنگ

مصنف: اشتیاق احمد

- خان گڑھ کی پہاڑیوں میں موت کی کہانی
- وہ ہیٹ کس کا تھا
- غار کے قیدی کون تھے
- پہاڑیوں میں ایک خوفناک سازش ہو رہی تھی وہ سازش کیا تھی
- رونگٹے کھڑے کر دینے والا ناول
- آخری لمحات میں۔ جب ملک تباہی کے دہانے پر تھا۔ فرزانہ کا ایک انوکھا وار۔ آپ عش عش کر اٹھیں گے۔
- محمود اور فاروق میدانِ عمل میں
- انسپکٹر جمشید ایک بھیانک راز سے پردہ اٹھاتے ہیں